علماء کرام، امور سلطنت اور زمانہ

"بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک جماعت علماء کی دنیا کے حالات اور واقعات سے بھی باخبر ہو۔ اس کو معلوم ہو کہ جس سلطنت میں وہ بسر کرتی ہے آس کے اصول سلطنت کیا ہیں، اس کو سلطنت سے کس قسم کا تعلق ہے، مسلمانوں کی دنیوی حالت کیا ہے، ان کو کیا ضرورتیں درپیش ہیں، سلطنت کے انتظامات میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں ان سے مسلمانوں کی حالت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ ملک میں علماء کا جو اثر کم ہوتا جا رہا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ خیال عام طور پر پھیلتا جا رہا ہے کہ علماء حجروں میں معتکف ہیں اور ان کو دنیا کے حال سے بالکل خبر نہیں اس لیے دنیاوی معاملات میں ان کی ہدایت اور ان کا ارشاد بالکل ناقابل التفات ہے۔ بے شبہ جو علماء دنیا سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور ان کو کثرت عبادت اور ذکر و فکر کی وجہ سے اپنے زن و فرزند کی ضروریات کی طرف بھی توجہ نہیں، اصحاب صفہ سے ان کو تشبیہ دی جا سکتی ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ کل صحابہ کرامؓ اصحاب صفہ نہیں تھے اور نہ ہو سکتے تھے۔ بے شبہ اصحاب صفہ کے مشابہ ایک گروہ قوم میں موجود رہنا چاہئے لیکن اس کے ساتھ نہایت ضرور ہے کہ ایک جماعت کثیر ایسی بھی موجود ہو جو واقفیت و اطلاع، انتظام و تدبیر، حزم و مصلحت اندیشی میں حضرت عمرؓ، عمرو بن العاصؓ، خالد بن الولیدؓ، ابو عبیدہ امینؓ کے نقش قدم پر ہو۔"

"ایک اور دقت اس میں ہمارے علماء کے لیے یہ ہے کہ زمانہ کے حالات پر ان کی نظر نہیں۔ دنیا کے معاملات سے اکثر ناواقف، ان کی پیچیدگیوں کا سلجھانا دشوار۔ جب فقہاء تصریح کرتے ہیں کہ زمانہ کے بدل جانے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں تو ضروری ہوا کہ مفتی زمانہ کی حالت سے بھی واقف ہو اور اس طرح جب تک معاملات سے واقف نہ ہوگا اور اس کی پیچیدگیوں پر مطلع نہ ہوگا تو صحیح جواب کیوں کر دے گا؟ یہاں پر محکمہ افتاء کی ضرورت دوسرے طور سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ بغیر اس کی خاص توجہ کے یہ مرحلہ طے نہ ہوگا اور بنظر ہماری حالت کے غیر ممکن ہے۔ ہمارے علماء کو ادھر توجہ ہی نہیں کہ زمانہ کی حالت اور اس کی موجود اشیاء کو دریافت کریں۔ جب یہ حالت ہے تو انصاف کرنا چاہئے کہ دین کی حیثیت سے اس محکمہ کی کیسی ضرورت ہے؟"

(مولانا سید محمد علی مونگیریؒ۔ بحوالہ "سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ" از سید محمد الحسنیؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کا سہ ماہی علمی و فکری مجلہ

جلد : ۹

شمارہ : ۴

اکتوبر ۱۹۹۸ء

قیمت فی پرچہ ۲۵ روپے، سالانہ ۱۰۰ روپے

بیرونی ممالک : سالانہ پندرہ امریکی ڈالر

ترسیل زر کے لیے

"الشریعہ" اکاؤنٹ نمبر ۱۳۶۰

حبیب بینک لمیٹڈ، بازار تھانے والا گوجرانوالہ

مینیجر "الشریعہ" جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ

ناشر: حافظ عبد المتین خان زاہد

طابع : مسعود اختر پرنٹرز، میکلوڈ روڈ لاہور

کمپوزنگ : الشریعہ کمپوزرز، گوجرانوالہ

خط و کتابت کیلئے

الشریعہ اکادمی مرکزی جامع مسجد (پوسٹ بکس ۳۳۱) گوجرانوالہ۔ فون ۲۱۹۶۶۳-۰۴۳۱

E-Mall : afayaz@paknet1.ptc.pk

کلمہ حق

مسٹر رابن کک! یہ ایجنڈا ادھورا ہے

لاہور کے ایک اردو روزنامے میں برطانی وزیر خارجہ مسٹر رابن کک کا یہ بیان نظر سے گزرا ہے کہ اسلام اور مغرب کے درمیان پائی جانے والی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے یورپی یونین اور اسلامی تنظیم (او آئی سی) کے درمیان مذاکرات کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک اسلامک سنٹر میں اپنی کسی تقریر کا حوالہ بھی دی ہے جس میں انہوں نے "اسلام اور مغرب کے اشتراک" پر اظہار خیال کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس بات کا عندیہ دیا ہے کہ اس حوالہ سے یورپی یونین اور او آئی سی میں بہت جلد مذاکرات شروع ہونے والے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یورپی یونین اور او آئی سی میں مذاکرات کے لیے جن عنوانات کی نشاندہی کی ہے' ان میں مشرق وسطیٰ میں قیام امن' افغانستان' دہشت گردی' منشیات' انسانی حقوق اور اقلیتوں کے حقوق جیسے مسائل شامل ہیں۔ جبکہ ایک اور اخباری رپورٹ کے مطابق پاکستان میں امریکہ کے نئے سفیر مسٹر میلام نے بھی امریکی عوام اور مسلمانوں کے مابین غلط فہمیوں کے ازالے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اس سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے پاکستانی دانش وروں سے اپیل کی ہے کہ امریکہ اور پاکستان کے درمیان بڑھتے ہوئے فاصلے کم ہونے چاہئیں۔ مغرب کے ان دو ذمہ دار نمائندوں کی اس گفتگو سے مغرب اور مسلمانوں کے درمیان دن بدن بڑھتی ہوئی کشیدگی کے نتائج کے بارے میں مغربی رہنماؤں کی تشویش کا اندازہ ہوتا ہے جس نے انہیں بظاہر اس ضرورت کا احساس دلایا ہے کہ باہمی گفت وشنید اور مذاکرات کی کوئی ایسی صورت ضرور نکلنی چاہئے جس سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہو اور دونوں فریق شکوک وشبہات کی فضا سے نکل کر ایک دوسرے کے موقف اور پوزیشن کو صحیح طور پر سمجھتے ہوئے باہمی تعاون واشتراک کے امکانات کا جائزہ لے سکیں۔

جہاں تک مسلمانوں اور اہل مغرب کے درمیان گفت وشنید' غلط فہمیوں کے ازالہ اور باہمی تعاون واشتراک کی راہیں تلاش کرنے کا تعلق ہے' ہمیں اس کی ضرورت کا احساس ہے اور ہم اس حوالہ سے مغربی دانش وروں کی اس سوچ کا خیر مقدم کرتے ہیں بلکہ ہمارے

نزدیک تو جناب رسالت مآب ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات خود ہماری مذہبی ضروریات اور تقاضوں میں شامل ہے کہ آنے والے دور میں مسلمانوں اور مسیحی امت کے درمیان تعاون و اشتراک کی فضا ہموار ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے واضح ارشادات کی رو سے ان دونوں قوتوں نے مل کر اپنے مشترکہ دشمن کو شکست دینا ہے اور پھر حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے نزول کے بعد ان کے پرچم تلے متحد ہو جانا ہے' اس لیے "مسلم مسیحی ڈایلاگ" کی آواز جس سمت سے بھی بلند ہو' ہم اسے اپنی آواز سمجھتے ہیں اور اس پر ہر وقت لبیک کہنے کو تیار ہیں مگر اس سلسلہ میں دو باتیں بطور خاص توجہ طلب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مذاکرات اور گفتگو کن طبقات کے مابین ہوگی اور دوسری یہ کہ "مسلم مسیحی ڈایلاگ" کا ایجنڈا کیا ہوگا؟ کیونکہ برطانوی وزیر خارجہ مسٹر رابن کک نے مذاکرات کے جن دو فریقوں اور گفتگو کے جس ایجنڈے کا تذکرہ کیا ہے' وہ دونوں حقائق سے مطابقت نہیں رکھتے اس لیے کہ بات "اسلام اور مسیحیت" کے مابین قرب کی فضا ہموار کرنے کی ہو رہی ہے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ نہ تو مغرب کی موجودہ حکومتیں "مسیحیت" کی نمائندگی کرتی ہیں اور نہ ہی او آئی سی میں شامل مسلمان حکومتیں "اسلام" کی نمائندگی کا حق رکھتی ہیں بلکہ یہ دونوں قوتیں اپنی تشکیل اور کردار دونوں لحاظ سے خالصتاً سیکولر حیثیت کی حامل ہیں اور دونوں کا فکری' ثقافتی اور تربیتی سرچشمہ ایک ہے اس لیے اسلام اور مسیحیت کے حوالہ سے ان دونوں کے درمیان مذاکرات اور گفت و شنید کا مطلب مکر و فریب اور جعل سازی کے سٹیج پر ایک اور ڈرامہ پیش کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا اور اسے زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مذہب گریز طبقات کی بات چیت ہے جو مذہب کے بڑھتے ہوئے رجحانات سے خوفزدہ ہو کر باہمی مفادات کے تحفظ کے لیے اشتراک و تعاون کے امکانات تلاش کر رہے ہیں' اس لیے اسے اسلام اور مغرب کے درمیان ڈایلاگ قرار نہیں دیا جا سکتا اور یورپی یونین اور او آئی سی کے درمیان مجوزہ مذاکرات کے باوجود اسلام اور مغرب کے درمیان گفتگو کی ضرورت بدستور باقی رہے گی۔

ہمارے نزدیک اسلام اور مغرب کے درمیان حقیقی ڈایلاگ کے اصل فریق مسلمانوں اور مسیحی امت کے مذہبی قائدین ہیں جنہیں ان دونوں امتوں کے سیکولر عناصر نے اجتماعی زندگی سے بے دخل کر کے اقتدار کے سرچشموں پر قبضہ جما رکھا ہے اور انسانی سوسائٹی کو مذہبی اقدار سے باغی کر کے اسے اقتصادی بد حالی' اخلاقی انارکی اور فکری انتشار کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔ مسٹر رابن کک نے مذاکرات کے ایجنڈے کے طور پر جن مسائل کا ذکر کیا

ہے' ہمیں ان کے وجود سے انکار نہیں ہے اور ہم ان میں سے ہر مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ بحث و تمحیص کے لیے تیار ہیں لیکن یہ سب مسائل نتائج ہیں اور ان کا اصل وہ اسباب ہیں جنہوں نے ان مسائل کو جنم دیا ہے اور ان سب اسباب کا اصل سرچشمہ آسمانی تعلیمات اور مذہبی اقدار سے انحراف ہے جس نے انسانی معاشرہ کو تمام حدود وقیود سے بیگانہ کر کے آزادی کے پر فریب نعرے کی آڑ میں انتشار اور انارکی سے ہمکنار کر دیا ہے اس لیے اصل ضرورت مغرب کے اس کردار پر کھلے دل کے ساتھ گفت وشنید کی ہے کہ اس نے پہلے خود آسمانی تعلیمات سے بغاوت کی اور پھر مسلسل اور پیہم سازشیں کر کے مسلمانوں کو آسمانی تعلیمات اور مذہبی اقدار سے محروم کرنے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر دیا۔ اس مقصد کے لیے مغرب نے مسلمانوں کی سیاسی وحدت کی آخری علامت خلافت عثمانیہ کا تیا پانچہ کر دیا' اکثر مسلم علاقوں پر قبضہ کر کے انہیں قومیتوں اور علاقوں کے حوالے سے الگ الگ ملک بنا دیا' ان سب کے داخلی نظام تبدیل کر کے سیکولر نظام مسلط کر دیا' مسلم ممالک کے معاشی اور معدنی وسائل پر تسلط قائم کر لیا' ان کی سائنسی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے حصول کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ مسلم ممالک کو حقیقی قیادت سے محروم کر کے اپنی مرضی کی مصنوعی قیادتیں ان پر مسلط کر دیں' مسلم ممالک کو دفاعی لحاظ سے خود کفیل ہونے سے روکا' ان کی اقتصادی پالیسیوں کو عالمی اداروں کے ذریعہ اپنے کنٹرول میں لے لیا' مشرق وسطی میں اسرائیل کا ناسور پیدا کر کے مسلمانوں کے سینے میں خنجر گھونپ دیا' عرب ممالک کے تیل اور دولت کا وحشیانہ استحصال کیا جو اب بھی جاری ہے اور اقوام متحدہ کی چھتری تلے مسلم ممالک اور اقوام کی آزادی اور خود مختاری کو مغربی مفادات کے شکنجے میں جکڑ کر رکھ دیا اس لیے اگر اس سب کچھ کے نتیجے اور رد عمل میں کہیں کہیں پرجوش مسلمانوں نے ہتھیار اٹھا لیے ہیں اور امن کے حوالے سے مغرب کا یک طرفہ پروگرام ڈسٹرب ہو رہا ہے تو مسٹر رابن کک اور مسٹر میلام کو اس پر بلاوجہ پریشانی کا اظہار کرنے کے بجائے خود اپنے کیے دھرے کے نتائج کا حوصلے کے ساتھ سامنا کرنا چاہیے۔

ہمارے نزدیک اسلام اور مغرب کے درمیان ڈائیلاگ کے اصل فریق دونوں امتوں کے مذہبی اور علمی مراکز ہیں اور ہم بڑی بے چینی کے ساتھ اس سمت پیش رفت کے منتظر ہیں لیکن اگر مسٹر رابن کک اور مسٹر میلام ان مسائل اور ان کے اسباب پر گفتگو کے خواہش مند ہیں تو ہمیں کسی حد تک اس کی افادیت سے بھی انکار نہیں ہے مگر انہیں یہ گفتگو مسلم ممالک کے دار الحکومتوں میں خود اپنی بٹھائی ہوئی حکومتوں سے نہیں بلکہ اسا ن

تحریکات اور مراکز سے کرنا ہوگی اور اس ایجنڈے پر کرنا ہوگی جس کا ہم نے اوپر تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ اس کے بغیر "اسلام اور مغرب" کے عنوانوں سے ہونے والی کوئی بھی گفتگو عالمی سیاست کی سکرین پر ایک اور ڈرامہ سٹیج کرنے کے سوا کوئی مقام حاصل نہیں کر سکے گی۔

(مطبوعہ روزنامہ اوصاف)

بہتر نظام حکومت بنانے کا کام حکومت کی طاقت سے نہیں ہوتا۔ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو حکومت سے باہر رہ کر اس مقصد کے لیے جدوجہد کریں۔

اصل یہ ہے کہ بہتر نظام حکومت بنانے کا کام بہتر افراد بنانے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ لوگ خالص تعمیری انداز میں ذہن بنانے کے کام میں لگیں۔ وہ تقریر و تحریر اور دوسرے ممکن ذرائع سے ایک ایک شخص کے ذہن میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ یہ کام خاموش اور پر امن انداز میں لمبی مدت تک جاری رہے۔ یہ گویا ایک قسم کا تعمیری لاوا پکانا ہے۔ جب افراد کی قابل لحاظ تعداد میں فکر کا لاوا پکتا ہے اور افراد کی زندگیوں میں انقلاب آجاتا ہے تو اس کے بعد سماج میں بھی انقلاب آجاتا ہے۔ اور جب سماج کی اصلاح ہو جائے تو اس کے بعد اصلاح یافتہ حکومت بھی لازماً بن کر رہتی ہے۔

افراد میں انقلاب، سماج میں انقلاب لانے کا باعث بنتا ہے اور سماج میں انقلاب حکومت میں انقلاب لے آتا ہے کیونکہ حکومت (جمہوری نظام) میں سماج کے اندر سے نکل کر ہی تشکیل پاتی ہے۔

تعمیری لاوا پکانا ایک انتہائی خاموشی کا کام ہے۔ اس میں آدمی کو زیادہ کرنا پڑتا ہے مگر اس کو کم کا کریڈٹ بھی نہیں ملتا۔ یہ قوم کا گنبد کھڑا کرنے کی خاطر اس کی بنیاد میں دفن ہو جانا ہے۔ اس کام کی یہی مشکل نوعیت ہے جس کی بنا پر لوگ اس میدان میں محنت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

(مولانا وحید الدین خان)

خرم مرادؒ

پاک امریکہ تعلقات

پاکستانی حکمرانوں نے شروع ہی سے یہ طے کر کے امریکہ سے تعلقات قائم کیے تھے کہ انہیں صرف امریکہ ہی کا بن کر رہنا ہے، کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھنا۔ بیچ میں روٹھنے اور خود ہی من جانے کے کچھ مراحل آئے لیکن حکمراں "وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے" کی راہ پر گامزن رہے اور ہمارے خیال میں اب بھی ہیں۔

صدر ٹرومین نے ۱۹۴۹ء میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کو امریکہ کے دورے کی دعوت دی اور پاکستان کی خواہش کے باوجود لیاقت علی خاں کو نظر انداز کر دیا۔ جب انہوں نے روس کی طرف سے ماسکو کے دورہ کی دعوت قبول کر لی تو صدر ٹرمین نے ۲۲ نومبر ۱۹۴۹ء کو انہیں دورۂ امریکہ کی دعوت دے دی، لیاقت علی خان نے جھٹ سے ماسکو کا دورہ منسوخ کر دیا۔ یہ دورہ ایسا منسوخ ہوا کہ پھر اس کے ۱۶ سال بعد صدر ایوب پہلے پاکستانی سربراہ تھے جو اپریل ۱۹۶۵ء میں ماسکو گئے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں، جبکہ روس ایک عالمی طاقت تھا اور پاکستان کا پڑوسی بھی۔

امریکہ سے تعلقات کی خاطر پاکستان نے مسلم ممالک کو بھی نظر انداز کر دیا، یہاں تک کہ سویز کے مسئلے پر بھی وہ مغرب کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ وزیر اعظم سہروردی نے دسمبر ۱۹۶۵ء کو نیشنل اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا "امریکہ اور برطانیہ جیسی بڑی قوتوں کے ساتھ بندھنے کے بجائے ہم مسلمان ملکوں کے ساتھ متحد کیوں نہیں ہوتے؟ میرا جواب ہے کہ صفر + صفر + + صفر بہرحال صفر ہی رہے گا" (کے عارف، امریکہ پاکستان تعلقات — دستاویزات (انگریزی) لاہور ۱۹۸۴ء۔ جلد ۱، ص ۱۲۵) ۲۲ فروری کو انہوں نے کہا "یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہماری پشت پر ایک طاقتور ملک ہے جو ہماری سالمیت اور سیاسی آزادی کی ضمانت دے رہا ہے" (دستاویزات، ص ۱۳۴) پھر ۲۵ فروری کو انہوں نے مزید کہا "وہ یہ یاد رکھیں کہ ہم دل وجان سے ان کے ساتھ ہیں — اگرچہ ہم چھوٹے ہیں — ان کو ہم سے زیادہ بڑا وفادار دوست نہیں ملے گا" (دستاویزات، ص ۱۳۸)

صدر ایوب نے جولائی ۱۹۶۰ء کو فارن افیئرز میں لکھا "پاکستان نے کھلم کھلا اور غیر

مشروط طور پر اپنی قسمت مغرب کے ساتھ وابستہ کر دی ہے" (دستاویزات ص ۱۸۷) ۱۷ جولائی ۱۹۶۱ء کو انہوں نے کہا "جب مشکل وقت پڑے گا' تو ایشیا میں پاکستان امریکہ کا واحد دوست ہوگا" (دستاویزات' ص ۲۰۳) امریکہ نے جب آنکھیں پھیرنا شروع کیں تو مسٹر بھٹو نے ۲۴ جولائی ۱۹۶۳ء کو نیشنل اسمبلی میں گلہ کیا "ہم نے مغرب کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ مسٹر خروشچیف نے ہمیں دھمکی دی کہ پاکستان کو نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ ہم نے اپنا پورا مستقبل مغرب کے ساتھ اتحاد کر کے داؤ پر لگا دیا۔ دونوں کے درمیان جنگ کی صورت میں ہم نے نیو کلیر جنگ کا خطرہ مول لیا لیکن آج کیا ہو رہا ہے؟" (دستاویزات' ص ۲۲۳)

پاکستان نے' جو امریکہ کا یار وفادار رہا ہے اور اب بھی ہے' اگر امریکہ کے علاوہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھا تو امریکہ نے اس کی تذلیل وتحقیر بھی کی' اور سزا بھی دی۔ جب ۱۹۶۲ء میں امریکہ نے بھارت کو زبردست مقدار میں اسلحہ دیا تو صدر ایوب نے جوابی کارروائی کے طور پر مارچ ۱۹۶۳ء میں چین کے ساتھ سرحدی معاہدہ کر لیا' پھر پیکنگ تک فضائی سروس شروع کر دی اور ۱۹۶۴ء میں جانسن کی طرف سے ویت نام میں فوجی دستے بھیجنے کی خواہش کے "احترام" سے انکار کر دیا۔ صدر جانسن نے اپنی ناراضی ظاہر کرنے کے لیے اپریل ۱۹۶۵ء میں ایوب کا مجوزہ دورۂ امریکہ منسوخ کر دیا اور ۱۹۶۵ء میں ہونے والی پاکستان کے امدادی کنسورشیم کی میٹنگ بھی منسوخ کرا دی۔ گویا امریکہ ایک عالمی طاقت ہونے کی حیثیت سے آزاد تھا کہ جس سے چاہے "تعلق" قائم کرے اور پاکستان سے جیسا چاہے' سلوک کرے۔ پاکستان کو ایک چھوٹے' محتاج اور باج گزار ملک ہونے کی وجہ سے یہ اجازت نہ دی جا سکتی تھی کہ وہ ہرجائی پن کا مظاہرہ کرے۔

امریکہ سے ہم کوئی گلہ شکوہ کرنا صحیح نہیں سمجھتے۔ اس نے ہمیں کبھی دھوکے میں نہیں رکھا۔ اس کی پالیسی آغاز ہی سے یکساں اور واضح رہی ہے۔ ہم ہی نے جھوٹے توقعات باندھیں اور خود فریبی میں مبتلا رہے۔ اس کی پالیسی بین الاقوامی سیاست کے اس معروف اصول کے عین مطابق رہی ہے کہ "کوئی دوست' مستقل دوست نہیں ہوتا' اصل دوستی صرف اپنے مفادات سے ہوتی ہے" ہمارا گلہ شکوہ ہے تو اپنے حکمرانوں سے ہے۔ انہوں نے اپنے مفادات کو فراموش کر دیا' آنکھیں بند کر کے امریکہ سے مستقبل دوستی گانٹھی۔ اس کی پشت پناہی کو کافی سمجھا اور پے در پے بین الاقوامی سیاست کی تلخ حقیقتوں سے دوچار ہونے کے باوجود انہی پتوں پر آج بھی تکیہ کیے ہوئے ہیں۔

تعلقات کی تشکیل نو کا چیلنج

آج درون پردہ کیا ہو رہا ہے؟ اس سے ہم زیادہ باخبر نہیں۔ لیکن محسوس یہی ہوتا ہے کہ ماضی کے سارے اسباق' سیاست عالم میں دور رس تبدیلیوں' اور دنیا میں برپا تہذیبی کشمکش کے باوجود یہ تعلقات ماضی کی نہج سے کچھ زیادہ مختلف انداز میں پروان نہیں چڑھ رہے۔ امریکہ کی طرف سے وہی بھارت نوازی اور پاکستان پر چاند ماری ہے' ایٹمی پروگرام سے دست برداری اور منڈیاں کھول دینے پر اصرار ہے' کہ اب کمیونزم کے زوال کے بعد ایک طرف اڈوں' میدان جنگ اور کرایہ کے سپاہیوں کی ضرورت ختم ہو گئی ہے اور دوسری طرف چاند ماری میں شدت سے کسی نقصان کا خدشہ بھی نہیں ہے۔ پاکستان کی طرف سے وہی ڈالروں اور اسلحہ کے لیے گدائی' اور اس کے عوض امریکی مطالبات کی تکمیل۔

بلاشبہ امریکہ کے ساتھ خوش گوار تعلقات ہماری قومی وسیاسی ضرورت بھی ہیں اور نظریاتی بھی۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ان تعلقات کی نئے خطوط پر تشکیل نو کی شدید ضرورت ہے۔

ا۔ اس تشکیل نو کے لیے سب سے پہلے سیاست عالم کا صحیح ادراک ضروری ہے۔ ہمارا ترپ کا پتا امریکہ کا کمیونزم کی توسیع کا خوف تھا۔ اب یہ پتا ہمارے ہاتھ میں نہیں رہا۔ بھارت کی بڑھتی ہوئی فوجی طاقت کی روک تھام کرنا' یا اس کے ساتھ عدم توازن کو کم کرنا امریکہ کے ایجنڈے میں کوئی مقام نہیں رکھتا بلکہ اس کے برعکس اس کا مفاد یہ ہیکہ بھارت کی طاقت بڑھتی رہے' ہم اپنی حدود میں رہیں' جارحانہ اسلحہ حاصل نہ کریں اور اس کی بالادستی تسلیم کرلیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اب ہمارے کوئی کارڈ نہیں رہ گئے۔

۲۔ اسی طرح مستقبل کی تہذیبی کشمکش کے امکانات اور نہج کا صحیح ادراک بھی ضروری ہے۔ مغرب کے اندازے اور منصوبے اور ہمارے اپنے اہداف اور کرنے کے کام کیا ہیں؟ اس لیے کہ مغرب نے "اسلامی خطرہ" کا جو تصور بنا لیا ہے' اس کے ہمارے تعلقات پر گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور یہ مزید گہرے ہوتے جائیں گے۔ لیکن اسلام کو "خطرہ" کے بجائے ایک "امکان" بنانا ممکن ہے۔

۳۔ یہ جاننا چاہیئے کہ ان تعلقات کو خوش گوار رکھنے کے لیے یہ ضروری نہ ہونا چاہیئے کہ ہم امریکہ کے دست نگر بھی ہوں یا اس کے ہر مطالبے کے آگے سر جھکاتے چلے جائیں۔ اپنے اہداف کے واضح شعور کے ساتھ ثقافتی ومعاشی محتاجی وگدائی سے نجات پا کر ہمارے لیے یہ ممکن ہونا چاہیئے کہ اپنے اہم اور حساس قومی مفادات اور اپنی دینی ونظریاتی

حیثیت قربان کیے بغیر بھی لین دین کے اصول پر خوش گوار تعلقات رکھ سکیں۔

۴۔ امریکہ ایک بڑا طاقت ور ملک ہے' غالب مغربی تہذیب کا لیڈر ہے۔ اگرچہ اس کے مقابلے میں ہمارا ملک بہت چھوٹا ہے اور ہم نے اپنی غلط کاریوں سے اسے اور بہت "چھوٹا" کر دیا ہے۔ ۱۹۸۷ء کے ایک امریکی تجزیے کے مطابق "ایک انتہائی ضعیف حلیف' مفلس اور قلاش جس کی تاریخ سیاسی افتراق وعدم استحکام کی تاریخ ہے" (رابرٹ جی ورسنگ' پاکستان سکیورٹی انڈر ضیاء' لندن۔ ص ۱۱' ۱۲) ہمارے ہاتھ میں کارڈ پہلے بھی زیادہ نہ تھے' اب اور تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ شعور ہونا چاہیے کہ یہ لین دین برابر کا ہونا دشوار ہے۔ لیکن تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایک کمزور فریق' اگر حکمت اور واضح حکمت عملی رکھتا ہو' تو کچھ زیادہ دے کر بھی آگے بڑھنے کا راستہ بنا لیتا ہے' بشرطیکہ ہمارے ماضی وحال کے حکمرانوں کی طرح پہلے ہی دل وجان سے غلام بننے کو تیار نہ ہو۔ صلاح الدین ایوبی نے لین دین میں جس نشیب وفراز سے گزر کر بیت المقدس دوبارہ فتح کیا' اس سے واقفیت ہی راہ نمائی کے لیے کافی ہے۔

۵۔ قومی سطح پر جذباتی انداز میں امریکہ پر چاند ماری (America-bashing) کو بھی ختم ہونا چاہیے۔ قرآن نے بتوں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔ امریکہ سے اختلاف ہو سکتا ہے' اس پر سنجیدہ اور مدلل تنقید ہونی چاہیے' اس کی دو عملی سیاست کی نقاب کشائی بھی لیکن دشنام طرازی اور غیر منصفانہ تنقید ہمارے دین وایمان کے بھی منافی ہے' ہمارے قومی مفاد کے بھی۔ اس سے کچھ حاصل بھی نہیں۔

۶۔ ہمیں امریکی سیاسی نظام میں طاقت کے ہر مرکز سے اپنے اہداف کے حصول کے لیے رجوع کرنا چاہیے۔ ابتدائی دور کی دوستی "سنہرے لمحات" ایوب خاں جیسے لوگوں کے آئزن ہاور' جان فاسٹر ڈلس اور ایڈمرل ریڈ فورڈ جیسے لوگوں سے ذاتی تعلقات پر قائم تھے۔ جب ڈلس کا انتقال ہو گیا اور آئزن ہاور کی جگہ کینیڈی صدر ہو گئے تو ان کے تعلقات کے نیچے سے زمین سرکنا شروع ہو گئی۔ پاکستانی حکمرانوں نے امریکی حکومت کی دوسری شاخ' کانگریس اور سینٹ سے تعلقات کو کوئی اہمیت نہ دی اور امریکہ میں پاکستان کی کوئی لابی سرگرم کار نہ رہی۔ اب ہمیں وہاں اپنی مضبوط لابی بنانا چاہیے۔ پروفیشنل لابی بھی اور پاکستانی امریکن شہریوں کی لابی بھی۔

۷۔ باہمی تنازعات موجود ہیں اور رہیں گے لیکن ہمیں امریکی حکمرانوں اور پالیسی سازوں' جن سے ہم معاملات کرتے ہیں اور عام امریکی افسران اور عوام کے درمیان فرق

ملحوظ رکھنا چاہئے' اور انصاف اور حق کے حوالے سے براہ راست ان کے دل ودماغ سے اپیل کرنا چاہئے۔ امریکہ ہی میں یہ ممکن ہے کہ بوسنیا کے مسئلے پر اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے تین اعلیٰ افسران استعفیٰ دے دیں اور امریکن عوام امریکہ کو ویت نام اور صومالیہ سے نکلنے پر مجبور کر دیں۔

۸۔ ہمیں امریکہ کی تاریخ' ان کی جڑوں (Roots) اور نفسیات سے بھی آگاہ ہونا چاہئے۔ یہ ملک اللہ سے عہد (Convenant of God) کے ایفا اور حکومت الٰہیہ (Kingdom of God) کے قیام کی جستجو میں قائم ہوا تھا۔ اگرچہ اب مشہور سوشیالوجسٹ رابرٹ بیلا (Robert Bellah) کے الفاظ میں "نقض عہد کے نتیجے میں یہ میثاق' میثاق شکستہ (broken convenant) بن چکا ہے" اور امریکہ میں مادہ پرستی کا غلبہ ہے' لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ اس "میثاق" کے ورثے میں ہمیں ایسی بے شمار چیزیں مل جائیں گی جو کلمۃ سواء بیننا وبینکم کا مصداق ہوں۔ اپنی کمزوری اور عدم توازن کے باوجود ہم یہ مشترک اقدار ومفادات تلاش کر سکتے ہیں اور خوش گوار تعلقات میں یہ اپنا حصہ ادا کر سکتے ہیں۔

ہم ڈپلومیٹک عمل میں نئے متعین اقدامات کی نشان دہی نہیں کرنا چاہتے کہ یہ اس عمل سے پوری آگاہی کے بغیر اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہوگا۔

(ماہنامہ ترجمان القرآن' اگست ۹۴ء)

موجودہ عالمی تناظر اور پاکستان امریکہ تعلقات

وزارت خارجہ کے سابق سیکرٹری جنرل اور سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی کے چیئرمین جناب اکرم ذکی سے روزنامہ نوائے وقت کے جناب رؤف طاہر کا خصوصی انٹرویو

☆ نوائے وقت ..... موجودہ عالمی حالات، خصوصاً خطے کی صورتحال کے تناظر میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

○ اکرم ذکی ..... ہمارے خطے میں دو حالیہ تبدیلیاں بہت اہم ہیں۔ بھارت جس کے ساتھ ہمارے تعلقات ہمیشہ مشکل، پیچیدہ اور کشیدہ رہے، وہاں ایک بنیاد پرست ہندو حکومت آ گئی۔ ویسے تو میرے خیال میں پاکستان کے حوالے سے کانگریس اور بی جے پی کے مقاصد اور عزائم میں کوئی فرق نہیں۔ صرف ان مقاصد کے حصول کے لیے دونوں کے اسلوب میں فرق ہے۔ کانگریس سیکولر ازم کے لبادے میں گھما پھرا کر اور مسکراہٹوں کے جال پھیلا کر پیش رفت کرتی ہے جبکہ بی جے پی یہ منافقت نہیں کرتی۔ وہ اپنے دل کی بات کھل کر زبان پر لے آتی ہے جس کی وجہ سے دھوکے، فریب، خوش فہمی یا حسن ظن کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔

خطے میں دوسری تبدیلی افغانستان میں طالبان فیکٹر ہے جس نے کابل سمیت افغانستان کے غالب حصے پر کنٹرول کے بعد حال ہی میں شمالی افغانستان میں بھی اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ انہیں دنیا اسلامی بنیاد پرست کہتی ہے، ویسے وہ اپنا مقصد نکل جانے کے بعد طالبان سے پہلے والوں کو بھی بنیاد پرست کہنے لگی تھی۔

عالمی سطح پر جو تبدیلیاں آئی ہیں، ان میں اہم ترین یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد عالمی سطح پر جو نظام یا توازن قائم ہوا تھا، وہ درہم برہم ہو گیا ہے۔ جنگ عظیم کے بعد دو سپرپاورز امریکہ اور سوویت یونین باہم نبرد آزما رہتے تھے۔ اور دوسرے ممالک کو اپنے ساتھ ملانے اور ساتھ رکھنے کے لیے انہیں مختلف ترغیبات دیے رکھتے۔ اقتصادی اور فوجی امداد ان ترغیبات میں سرفہرست تھی۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد عالمی سطح پر توازن درہم برہم ہو گیا تو امریکہ کو اپنے اتحادیوں کی کوئی خاص ضرورت نہ رہی چنانچہ پاکستان جیسے

اتحادیوں کے لیے امریکی امداد کی بندش کوئی اچانک رونما ہونے والے حادثہ نہیں۔ سرد جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی اس امداد کا ختم ہو جانا بھی ایک لازمی امر تھا۔

سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد امریکی انداز فکر میں بہت بڑی تبدیلی آئی ہے۔ یہ کہ دنیا بھر میں واحد سپرپاور کی حیثیت سے وہ من مانی کر سکتا ہے اور اس کی زور آوری کے سامنے اب کوئی رکاوٹ نہیں۔ میں امریکیوں کے اس انداز فکر کو ان کی خام خیالی قرار دیتا ہوں کیونکہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد ابھرنے والے نئے عالمی منظر کے حوالے سے یورپ اور مشرق میں بھی نئے احساسات کی لہریں ابھر رہی ہیں۔

اہل یورپ کا خیال ہے کہ سرد جنگ کے دوران انہیں سوویت یونین اور سوویت کیمونزم سے تحفظ کے لیے اگر امریکہ کی سرپرستی کی ضرورت تھی تو اب وہ نہیں رہی۔ ادھر مشرق میں چین اور جاپان کی صورت میں نئے حقائق نے جنم لیا ہے۔ چین بہت بڑی سیاسی واقتصادی قوت کے بعد اب کسی حد تک ایک بڑی عسکری قوت کے طور پر بھی ابھر رہا ہے۔ جاپان عسکری قوت نہ سہی لیکن ایک بہت بڑی اقتصادی قوت بن چکا ہے۔ اتنی بڑی اقتصادی قوت جس سے خود مغرب ہراساں ہو گیا اور اسے کمزور کرنے کی کوششیں (بلکہ سازشیں) شروع کر دیں۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اب امریکہ کی توجہ بھی "جیو سٹر-ٹیجک" معاملات سے زیادہ "جیو اکنامک" امور پر ہے۔ خلیج کی جنگ کو امریکیوں نے اپنے اقتصادی مفادات کو کیش کرانے کے لیے استعمال کیا۔ گزشتہ بیس برسوں میں مشرق کے جو ممالک اقتصادی لحاظ سے طاقتور ہو گئے تھے' اب وہاں اقتصادی بحران پیدا کیے جا رہے ہیں اور ان کی سٹاک مارکیٹس کو بحران سے دوچار کر کے دولت کا بہاؤ امریکہ کی طرف کرنے کی کامیاب کوششیں کی گئی ہیں۔ امریکی اس خوش گمانی کا بھی شکار ہیں کہ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد اگرچہ جرمنی اور جاپان پرزے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن تیل کے ذخائر پر تو ہمارا (امریکیوں کا) قبضہ ہے۔ جاپان اور جرمنی اس بنیادی ضرورت کے بغیر کہاں تک پرواز کر سکیں گے۔

کیمونزم کے زوال کے بعد وہ اسلام کی (ممکنہ) ابھرتی ہوئی طاقت کو' اگر دشمن کا نہیں تو ایک غیر دوست طاقت کا درجہ ضرور دیتے ہیں جیسے وہ فنڈا مسلزم' ریڈیکل ازم اور ایکسٹریم ازم کے نام سے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چین کے محاصرے (Containtment of China) کی پالیسی میں ناکامی کے بعد اب وہ اسے Constructive Management کی طرف لے آئے ہیں اور خود چین

میں امریکیوں کے متعلق بڑا محتاط نقطہ نظر پایا جاتا ہے۔ اہل چین سمجھتے ہیں کہ امریکیوں کے ساتھ ان کے کوئی حقیقی مشترکہ مفادات موجود نہیں لیکن وہ اس پوزیشن میں بھی نہیں کہ امریکیوں کا اس طرح مقابلہ کر سکیں جس طرح سوویت یونین کرتا تھا' چنانچہ چین اور امریکہ کے مابین کشیدگی بھی رہے گی اور تعاون بھی چلے گا۔ چین کے ہم جیسے دوستوں کو اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ چین آنکھیں پھیر رہا ہے۔

ادھر پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ ہم اپنے اسلامی تشخص پر فخر کرتے ہیں۔ ہم نے آئین میں بھی اس کا پورا اہتمام کیا ہے۔ اسلام اور امت مسلمہ کے حوالے سے مقامی و بین الاقوامی ایشوز پر اہل پاکستان کی طرف سے جوش و خروش کا اظہار بھی باقی مسلم اقوام کی نسبت کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ ہم آبادی کے لحاظ سے بھی خاصے بڑے ہیں اور ہماری تکنیکی صلاحیت بھی اغیار کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جنگ تک تو ہماری یہ صلاحیتیں ہمارے مغربی "دوستوں" کو گوارا بلکہ لائق تحسین تھیں' لیکن ادھر افغانستان سے سوویت یونین کے انخلاء کا آغاز ہوا' ادھر ہمیں ان صلاحیتوں کی بنا پر پھر شک کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

یہاں میں نیوکلیئر صلاحیت کے حوالے سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مغرب کے دوہرے معیار کا ذکر بھی کرتا چلوں۔ بھارت نے ۲۴ برس پہلے (۱۹۷۴ء میں) اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ کیا۔ اسے چیک کرنے کی بجائے امریکہ سمیت پورے مغرب کی خواہش اور کوشش یہ رہی کہ پاکستان یہ صلاحیت حاصل نہ کرنے پائے۔ ہم نے تو کوئی ایٹمی دھماکہ نہیں کیا تھا' لیکن ۱۹۷۴ء سے ہم پر پابندیاں لگتی اور ہٹتی رہیں' کبھی سمنگٹن ترمیم' کبھی گلین' کبھی سولارز اور کبھی پریسلر ترمیم۔ میں یہاں اگر یہ کہوں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ اہل مغرب غیر شعوری یا نیم شعوری طور پر بھارت کی تو پشت پناہی اور ہمیں پورے شعور کے ساتھ روکنے کی کوشش کرتے رہے۔

افغان وار کے چند برس ایسے تھے جب امریکیوں نے ہمارے ایٹمی پروگرام سے نظریں ہٹا لیں' لیکن ادھر سوویت انخلاء شروع ہوا' ادھر ہم سخت پابندیوں کی زد میں آ گئے۔ پھر آپ دیکھیں کہ بھارت کی واجپائی حکومت نے ۱۱ مئی کو ایٹمی دھماکے کیے لیکن "عالمی دباؤ" اس پر نہیں بلکہ ہم پر تھا کہ ہمیں روکا جائے' ہم ایٹمی دھماکہ نہ کریں۔ آپ تصور کریں کہ دھماکوں کے بعد بھارتی قیادت کا رویہ کیا تھا؟ ہمیں دھمکیاں مل رہی تھیں کہ اب آزاد کشمیر کی خیر مناؤ۔ وہ "بگ بم" چلانے کی بات کر رہے تھے۔ بھارتی ایٹمی دھماکوں کے نتیجے میں

خطے میں سیاسی وعسکری توازن بدل گیا تھا۔ پاکستان خطے میں واحد ملک ہے جو بھارت کے مقابلے میں اپنی قومی پالیسی رکھتا ہے ورنہ خطے کے باقی ممالک تو اس سے مرعوب اور ہراساں رہتے ہیں۔

پاکستان کے جوابی ایٹمی دھماکوں کے بعد ہم دورے پر گئے تو ان ممالک کے لوگ اس پر اظہار مسرت کر رہے تھے کہ پاکستان کے ۲۸ مئی کے اقدام کے نتیجے میں خطے میں نیا توازن قائم ہو گیا۔ جنوبی ایشیا کو بھارتی بالادستی کے عزائم سے بچانے کے لیے بھارت کے مقابلے میں ایک اور ایٹمی طاقت کا وجود ضروری ہے۔

☆ نوائے وقت ..... لیکن بعض لوگ اب بھی اصرار کرتے ہیں کہ پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کر کے غلطی کی۔ ہم ایسا نہ کرتے تو نہ صرف نئے اقتصادی دباؤ سے محفوظ رہتے بلکہ پہلے سے موجود اقتصادی بوجھ میں بھی خاطر خواہ کمی کرا لیتے۔

○ اکرم ذکی ..... جہاں تک امریکی پابندیوں کا تعلق ہے، یہ پہلے بھی لگتی رہی ہیں بلکہ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا، سرد جنگ کے خاتمے کے بعد امریکی امداد کا فلسفہ ہی ختم ہو چکا ہے۔ آپ ایٹمی دھماکے نہ کرتے تو وہ چائلڈ لیبر، ہیومن رائٹس، اسلامک فنڈا منٹلزم یا جہاد کشمیر کو پابندیاں عائد کرنے کا بہانہ بنا لیتے۔ آپ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کریں کہ امریکہ ہمیں آزاد وخود مختار بھی نہیں دیکھنا چاہتا اور ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ ہم مکمل طور پر ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ وہ پاکستان سے کسی حد تک تعلقات ضرور قائم رکھنا چاہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ باہم مذاکرات کے نتیجے میں رفتہ رفتہ تعلقات میں بہتری آجائے گی۔ امریکی کانگریس اور سینٹ کی یہ رائے سامنے آ رہی ہے کہ گلین ایکٹ میں ترمیم کر کے پاکستان کے لیے نرمی پیدا کی جائے۔ سخت پابندیاں خود امریکہ کے اپنے کاروباری مفادات کے خلاف ہیں کیونکہ اس صورت میں ہم فرانس اور برطانیہ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، جہاں یہ پابندیاں نرم ہیں۔

میری اس گفتگو سے یہ مفہوم اخذ نہ کریں کہ مجھے مشکلات کا احساس نہیں۔ مشکلات موجود ہیں اور کچھ عرصہ کے لیے ان میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ حالات کے تقاضوں اور مستقبل کے چیلنجوں سے موثر طور پر نمٹنے کے لیے ہمیں ایسی قومی خارجہ پالیسی وضع کرنی چاہئے جس میں ہمارے قومی وقار اور سلامتی کو باقی تمام امور پر فوقیت حاصل ہو۔ نئے حالات میں ہمیں دوسروں کی طرف دیکھنے کی بجائے خود پر انحصار کرنا ہوگا جس کے لیے دستیاب وسائل اور صلاحیتوں کا حقیقی ادراک اور درست استعمال ضروری ہے۔ میں ساڑھے

چار سال چین میں سفیر رہا۔ ہمارے چینی دوست اس امر پر حیرت کا اظہار کرتے کہ ہم اپنے بارہ تیرہ کروڑ افراد کے ایک ایک منہ اور پیٹ کے حوالے سے پریشان ہونے کے بجائے ان کے دو دو ہاتھوں کو بروئے کار کیوں نہیں لاتے؟

خداوند تعالیٰ نے ہمیں بے پایاں نعمتوں' صلاحیتوں اور وسائل وذرائع سے نوازا ہے۔ معدنیات سے بھرے ہوئے پہاڑ ہمارے پاس ہیں۔ زمین کے نیچے نجانے ہمارے لیے تیل اور گیس سمیت کیسے کیسے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس دریا ہیں' زرخیز زمینیں ہیں' سمندر ہیں' صحت مند' ذہین اور باصلاحیت افرادی قوت ہے۔ جاپانیوں کے پاس تو ہمارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ نہ ایسی زمین نہ معدنیات نہ دیگر وسائل' نہ لوہا' نہ کوئلہ۔ وہ سب کچھ باہر سے منگواتے ہیں اور اپنے افراد کی محنت اور صلاحیتوں کے ذریعے کہاں سے کہاں جا پہنچے ہیں۔ قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود ہماری قومی پیداوار ۴۶ بلین ڈالر سالانہ ہے اور جاپان ۵۰۰۰ بلین ڈالر سالانہ۔ ہم قومی خود انحصاری اور قومی یکجہتی کی بنیاد پر ہی آزاد خارجہ پالیسی چلا سکتے ہیں۔

میں شہری آدمی ہوں لیکن سمجھتا ہوں کہ ہمارے خوشحال اور باوقار مستقبل کا راز زرعی ترقی میں ہے۔ کیا یہ المیہ نہیں کہ ہم اپنی زمین کا صرف پچاس فیصد زیر کاشت لاتے ہیں اور ان سے بھی دوسروں کی نسبت کم پیداوار حاصل کرتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری زرعی ترقی ہی ہماری صنعتی ترقی کے لیے بھی مضبوط بنیاد فراہم کرے گی' یہیں سے ہم اپنی سلامتی کے تقاضوں' اپنی دفاعی ضروریات کے لیے رقم بھی نکال سکیں گے اور غیروں کی محتاجی سے آزاد ہو جائیں گے۔

☆ نوائے وقت ..... یہ جو بعض دانشور جنوبی ایشیا میں "نیو کلیئر ریس" کے حوالے سے پاکستان اور بھارت کو یکساں مورد الزام ٹھہراتے ہیں بلکہ ہمارے ہاں تو بعض حضرات ایسے بھی ہیں جن کی گفتگو سے' جن کی تحریروں اور تقریروں سے لگتا ہے جیسے اس خطرناک دوڑ کا اصل ذمہ دار پاکستان ہو؟

○ اکرم ذکی ..... کوئی شخص حقائق سے آنکھیں بند کر لے' یا زیادہ صحیح الفاظ میں حقائق کا منہ چڑانے لگے تو اس کا کیا علاج؟ جنوبی ایشیا میں پہلا ایٹمی دھماکہ ہم نے نہیں' بھارت نے ۱۹۷۴ء میں کیا جس کے بعد ہم خطے کو نیو کلیئر فری زون بنانے کے حق میں ہمیشہ آواز بلند کرتے رہے۔ ہم ہر سال اقوام متحدہ میں قرارداد لاتے جس کی حمایت میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آخر میں صرف تین ممالک ایسے رہ گئے جو اس کی مخالفت کرے' بھارت'

بھوٹان اور ماریشس۔ پاکستان اس اثناء میں کئی اور تجاویز بھی پیش کرتا رہا مثلاً" ۱۹۷۸ء میں ہم نے یہ تجویز پیش کی کہ پاکستان اور بھارت دونوں اعلان کریں کہ ایٹمی ہتھیار بنائیں گے نہ رکھیں۔ اگلے سال ۱۹۷۹ء میں ہم نے کہا کہ دونوں بیک وقت این پی ٹی پر سائن کر دیں۔ ہم نے انٹرنیشنل اٹامک انرجی کمیشن کے تحفظات قبول کرنے کی بات بھی کی۔ ایک مرحلے پر دونوں کی ایٹمی تنصیبات کے باہم معائنے کی تجویز بھی دی۔ ۱۹۸۷ء میں ہماری تجویز تھی کہ دونوں آپس میں ٹیسٹ بین ٹریٹی کر لیں۔ گزشتہ نواز شریف حکومت میں (۱۹۹۱ء) ہم نے تجویز کیا کہ امریکہ، روس، چین، پاکستان اور بھارت مل بیٹھیں اور خطے کو نیوکلیئر فری زون بنانے کی راہ نکالیں۔ بھارت نے ان میں سے ہر تجویز مسترد کر دی۔

۱۹۹۲ء میں ہم نے تجویز پیش کی کہ پاکستان اور بھارت "ماس ڈسٹرکشن" کے ہر قسم کے ہتھیار ختم کر دیں۔ ان میں اٹامک، بائیولاجیکل اور کیمیکل تمام ہتھیار شامل تھے۔ بھارت نے صرف کیمیائی ہتھیاروں کی بات کی۔ اگست ۹۲ء میں معاہدہ ہو گیا کہ دونوں ملک کیمیائی ہتھیار نہیں بنائیں گے۔ ۱۹۹۶ء میں C.W.C پر دستخط کے وقت بھارت نے ایسے کیمیائی ہتھیاروں کا سٹاک ظاہر کیا تو پتہ چلا کہ وہ اگست ۹۲ء کے اس معاہدے کی بھی خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں ہم نے "زیرو میزائل رجیم" کی پیشکش کی لیکن بھارت کا رویہ وہی میں نہ مانوں والا تھا۔ اس دوران بھارت بیس سے زائد بار میزائلوں کا تجربہ کر چکا ہے جبکہ ہم نے صرف ایک غوری کا تجربہ کیا ہے۔

باقی رہی حالیہ ایٹمی دھماکوں کی بات تو میں ابھی بتا چکا ہوں کہ ہم ان جوابی ایٹمی دھماکوں پر کیوں مجبور ہوئے۔ یہاں اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ ان دھماکوں کے بعد ہم نے اپنے طور پر یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ مزید ٹیسٹ نہیں کریں گے۔ ہماری ایٹمی پالیسی، جنگ لڑنے کی نہیں بلکہ اسے روکنے کی ہے۔ ۲۸ مئی کے جوابی دھماکوں سے خطے میں دوبارہ طاقت کا توازن قائم ہو گیا۔ ہم نے جنگ کو روکنے کے لیے جتنی صلاحیت حاصل کر لی ہے، اسے کافی سمجھتے ہیں۔ ہم اس دوڑ میں مزید حصہ نہیں لینا چاہتے چنانچہ آپ دیکھیں کہ ہم نے سی ٹی بی ٹی پر امریکہ سے بات چیت شروع کر رکھی ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ اس پر دستخط کرنے کے کیا فوائد ہیں اور نہ کرنے کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں کیا فیصلہ ہوگا، یہ میں نہیں کہہ سکتا لیکن اتنی بات پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جو بھی فیصلہ ہوگا، اپنے بہترین قومی مفادات کے مطابق ہوگا۔

☆ نوائے وقت ...... لیکن جناب فاروق لغاری اور محترمہ بینظیر بھٹو سمیت بعض قائدین تو

دھماکوں کے ساتھ ہی سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا مطالبہ کرنے لگے تھے۔ یہ کوئی اچھی چیز ہے تو پھر مذاکرات میں وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ؟

○ اکرم ذکی ..... میں اس بحث میں نہیں پڑوں گا کہ ان قائدین نے ایٹمی دھماکوں سے قبل کیا موقف اختیار کیا اور اس کے بعد ان کا موقف کیا تھا۔ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ دھماکوں کے بعد امریکہ کا پہلا مطالبہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کا تھا لیکن ظاہر ہے کہ ہم آنکھیں بند کر کے تو دستخط نہیں کر سکتے۔ ہمیں سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے ہیں' مذاکرات کرنے ہیں اور اپنا قومی نفع ونقصان دیکھنا ہے۔ یہاں تو ایسے دانشور بھی ہیں جو چاہتے ہیں کہ پاکستان امریکہ کی ہر ڈکٹیشن پر آمنا وصدقنا کہہ دے۔ لیکن آپ ہی بتائیے کہ کیا پاکستان کو اپنے حق سے دستبردار ہو کر وہی کرنا چاہیے جو امریکہ اپنے مفاد میں چاہتا ہے؟ چھوٹے ممالک کا بھی وقار اور مفادات ہوتے ہیں جن کے تحفظ کے لیے مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے لیکن عزم' استقلال' استقامت اور حوصلے سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ کسی بڑی طاقت کے سامنے لیٹے جانے سے تو مزید تذلیل ہوگی۔ جن لوگوں نے امریکی غلامی میں عزت تلاش کی وہ بالآخر ذلیل ہوئے۔ شاہ ایران سے مارکوس تک متعدد مثالیں ہیں۔ دوسری طرف کیوبا کے فیڈل کاسترو سے صومالیہ کے فرح عدید تک ایسی روشن مثالیں بھی ہیں جنہوں نے امریکہ کے آگے جھکنے سے انکار کیا اور آخرکار عزت پائی۔

☆ نوائے وقت ..... سی ٹی بی ٹی' این پی ٹی اور ایف ایم سی ٹی وغیرہ ایٹمی معاملات کے حوالے سے یہ الفاظ عموماً" پڑھنے سننے میں میں آتے ہیں' کچھ ان معاہدوں سے متعلق بتائیے۔

○ اکرم ذکی ..... یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں' امریکہ ۱۹۴۵ء میں پہلی ایٹمی طاقت بنا۔ اس نے ۱۶ جولائی کو پہلا ایٹمی ٹیسٹ کیا اور تین ہفتے کے بعد ۶ اگست کو ہیروشیما اور ۹ کو ناگاساکی پر ایٹم بم چلا دیا۔ ۱۹۴۹ء میں روس نے' ۱۹۵۲ء میں برطانیہ نے اور ۱۹۶۰ء میں فرانس نے بھی ایٹمی ٹیسٹ کر لیے۔ اب ان چاروں نے مل کر چین کو روکنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ۱۹۶۳ء میں انہوں نے "پارشل ٹیسٹ بین ٹریٹی" کر لیا جس کی مدد سے زمین کے اوپر یا فضاء میں ایٹمی ٹیسٹ بین کر دیے گئے لیکن زیر زمین ٹیسٹ کی اجازت رہی۔

۱۹۶۴ء میں چین نے بھی ایٹمی دھماکہ کر دیا تو یہ کوشش ہوئی کہ اب باقی ممالک کو ایٹمی طاقت بننے سے کیسے روکا جائے چنانچہ ۱۹۶۷ء میں این پی ٹی (نان پرولفریشن ٹریٹی) وجود

میں آیا جس کی رو سے طے پایا کہ اکتوبر ۶۷ء سے پہلے جن ممالک نے ٹیسٹ کر لیے وہ تو ایٹمی طاقت تسلیم لیکن کوئی اور ملک یہ حرکت نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ ہی ان پانچ ایٹمی طاقتوں کی یہ ذمہ داری قرار پائی کہ وہ کسی اور کو ایٹمی طاقت نہیں بننے دیں گے۔ جو غیر ایٹمی ممالک این پی ٹی پر دستخط کر دیں گے' انہیں پر امن مقاصد کے لیے نیو کلیئر انرجی کے حصول میں مدد دی جائے گی اور یہ بھی کہ ایٹمی کلب کے یہ پانچ ارکان آہستہ آہستہ اپنے ایٹمی ہتھیار بھی ختم کر دیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ انہوں نے اپنے ہتھیار ختم نہیں کیے اور جن ممالک نے سائن کر دیے' ان سے پر امن نیو کلیئر انرجی کے حصول میں بھی کوئی تعاون نہ کیا۔

۱۹۷۴ء میں بھارت نے ایٹمی دھماکہ کر لیا۔ اس کا موقف تھا کہ وہ اس "عالمی نسل پرستی" کو تسلیم نہیں کرتا کہ پانچ ممالک تو ایٹم بم رکھ سکتے ہیں اور کسی اور کے لیے یہ شجر ممنوعہ ہے۔ بھارت کا اصرار تھا کہ دوسروں کو ایٹمی طاقت بننے سے روکنے والے یہ پانچ ممالک اپنے ایٹمی ہتھیار بھی ختم کریں جبکہ پاکستان کا موقف بہت سادہ تھا "ہم این پی ٹی کو تسلیم کرتے ہیں' بھارت دستخط کر دے تو ہم بھی کر دیں گے۔"

ابتداء میں این پی ٹی ۲۵ سال کے لیے تھا۔ ۱۹۹۵ء میں نظر ثانی کر کے اسے مستقل کر دیا گیا اور ایٹمی کلب ہمیشہ کے لیے ان پانچ ممالک تک محدود ہو گیا۔ ہم اسی موقف پر قائم رہے کہ ہماری ایک ہی شرط ہے۔ بھارت دستخط کر دے تو ہم بھی کر دیں گے۔ ہم نے سی ٹی بی ٹی کی بھی اصولی حمایت کی لیکن اس پر دستخط کو بھارت کے ساتھ مشروط کر دیا۔

آپ نے ایف ایم سی ٹی کے متعلق بھی پوچھا۔ اس ٹریٹی کے تحت یورینیم کی افزودگی (این رچمنٹ) اور "ویپن گریڈ پلوٹونیم" کی تیاری پر پابندی ہے۔ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت یورینیم کی این رچمنٹ سے حاصل کردہ ہے جبکہ بھارت نے یہ صلاحیت پلوٹونیم کی ری پراسیسنگ سے حاصل کی ہے۔ ایف ایم سی ٹی میں تجارتی مقاصد کے لیے پلوٹونیم رکھنے کی اجازت ہے جبکہ یورینیم کے سلسلے میں یہ سہولت نہیں۔ ہمارے لیے ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے بے نظیر بھٹو کے پہلے دور حکومت میں یورینیم کی این رچمنٹ کا عمل یکطرفہ طور پر بند کر دیا تھا جبکہ بھارت نے پلوٹونیم کی ری پراسیسنگ کا عمل جاری رکھا۔ ایف ایم سی ٹی کے تحت پہلے سے تیار شدہ یورینیم یا پلوٹونیم رکھنے پر پابندی نہیں۔ اس کی مزید تیاری پر پابندی ہے۔

یہ سب معاہدے اپنی روح اور مقاصد کے لحاظ سے بہت اچھے نظر آتے ہیں لیکن

اصل مسئلہ تو بڑی طاقتوں کے امتیازی طرز عمل کا ہے۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا' ۱۹۷۴ء میں ایٹمی دھماکہ بھارت نے کیا' پابندیاں ہم پر لگ گئیں۔ ہم نے اپنی توانائی کی ضروریات کے لیے کراچی میں ۱۳۷ میگاواٹ کا نیوکلیئر پاور پلانٹ کینیڈا کے تعاون سے لگایا تھا۔ بھارتی دھماکہ کے بعد' کینیڈا نے فیول اس کا بند کر دیا۔ ہم نے اپنا فیول بنانا شروع کیا تو امریکہ نے سمنگٹن ترمیم لاگو کر دی۔ فرانس کے ساتھ ری پراسیسنگ پلانٹ کا سودا ہوا تو امریکہ نے پھر دباؤ ڈالا' گلین ترمیم آ گئی اور آخر فرانس اس سودے سے منحرف ہو گیا۔ ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں سوویت مداخلت کے بعد امریکہ نے ۱۹۸۰ء میں ہمیں پانچ سال کے لیے "ویور" دے دیا اور ہماری فوجی و اقتصادی امداد بحال کر دی۔ ۱۹۸۵ء میں گورباچوف کی آمد کے بعد افغانستان سے سوویت انخلاء کے امکانات پیدا ہوئے تو امریکی ہمارے لیے سال بہ سال سرٹیفکیٹ جاری کرنے پر آ گئے۔ ۱۹۸۹ء میں سوویت انخلاء مکمل ہونے کے بعد ۱۹۹۰ء میں پھر وہی پابندیاں لاگو ہو گئیں۔ اور میں ابھی یہ بتا چکا ہوں کہ ۱۹۷۴ء کے بعد سے ہم خطے کو نیوکلیئر فری زون بنانے کے لیے کیا کیا تجاویز پیش کرتے رہے اور بھارت انہیں کس طرح مسترد کرتا رہا۔

☆ نوائے وقت ..... سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے متعلق آپ کی رائے؟

○ اکرم ذکی ..... دیکھیں سی ٹی بی ٹی جو دھماکے ہو چکے' ان کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ آپ دستخط کر دیں گے تو مزید دھماکوں کے حق سے محروم ہو جائیں گے۔ اگر آپ نے مزید تجربات نہیں کرنے تو اس پر دستخط کرنے کا کوئی نقصان نہیں۔ البتہ اس خدشے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس دوران بھارت بہت آگے نکل جائے اس لیے احتیاط بھی اپنی جگہ ضروری ہے۔

☆ نوائے وقت ..... نئی صورت حال میں آپ کشمیر کا مستقبل کیا دیکھتے ہیں؟

○ اکرم ذکی ..... کشمیر کے بھارت سے جعلی الحاق کے خلاف کشمیریوں نے ہتھیار اٹھا لیے تو یہ خود بھارت تھا جو اقوام متحدہ میں گیا۔ چنانچہ سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے قراردادیں منظور کیں جن میں استصواب رائے کو اس مسئلے کا حل قرار دیا گیا۔ ۱۹۷۱ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے بعد دنیا نے بھارت کو خطے کا بڑا ملک سمجھ کر یہ فرض کر لیا کہ اب مسئلہ کشمیر کا بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ بھارت اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بعد بین الاقوامی سطح پر پھر یہ احساس بیدار ہوا ہے کہ مسئلہ کشمیر جنوبی ایشیا میں کشیدگی کا بنیادی سبب ہے۔ یہ بہت بڑا "فلیش پوائنٹ" ہے۔ جب تک یہ موجود رہے گا' خطے میں ایٹمی تصادم کے

امکانات بھی موجود رہیں گے۔ آپ دیکھیں کہ ان دھماکوں کے بعد P - 5 وزراء خارجہ جنیوا میں جمع ہوئے تو انہوں نے مسئلہ کشمیر کے حل پر زور دیا۔ ۶ جون کو سلامتی کونسل نے ایک قرارداد میں اس مسئلے کے حل کی ضرورت پر زور دیا۔ ۱۲ جون کو جی ایٹ کا اجلاس لندن میں ہوا تو اس میں بھی مسئلہ کشمیر کا ذکر ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بھارت کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس مسئلے میں عالمی دلچسپی، عالمی دباؤ کو مزید بڑھانے کی ضرورت ہے۔ دو ملک باہم بات چیت کے ذریعے اپنے تنازعات طے کر لیں تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے لیکن پاک بھارت تنازعات کا معاملہ یہ ہے کہ بھارتی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہمارا کوئی بھی تنازعہ دو طرفہ سطح پر حل نہیں ہوا۔ دونوں ملکوں میں دریائی پانی کا تنازعہ ورلڈ بنک کی مصالحت سے حل ہوا (سندھ طاس کا معاہدہ) رن آف کچھ کا تنازعہ ثالثی سے طے پایا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد روس کی دلچسپی معاہدہ تاشقند کا باعث بنی۔ صرف شملہ معاہدہ ایسا ہے جو دو طرفہ بات چیت سے عمل میں آیا لیکن بھارت اس کے تحت بھی کشمیر پر بات کرنے کو تیار نہیں۔

☆ نوائے وقت ..... ایک رائے یہ ہے کہ شملہ معاہدے کے بعد اب مسئلہ کشمیر کو کسی بین الاقوامی فورم پر نہیں اٹھایا جا سکتا۔

○ اکرم ذکی ..... نہیں ایسی کوئی پابندی نہیں۔

☆ نوائے وقت ..... یہ جو نواز شریف صاحب کی دوسری حکومت نے آتے ہی بھارت کے ساتھ مذاکرات کی پالیسی کا آغاز کیا، آخر اس سے کیا حاصل ہوا؟

○ اکرم ذکی ..... دیکھیں جناب مسئلہ کشمیر کے حوالے سے آپ کے سامنے تین راستے ہیں۔

(ا) اس مسئلے پر کچھ نہ کیا جائے، اسے جوں کا توں رہنے دیا جائے۔ گویا سٹیٹس کو برقرار رہے۔

(ب) بھارت کے ساتھ جنگ کی جائے۔

(۳) بات چیت کی جائے۔

پہلا راستہ اختیار کرنے کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اب باقی دو راستوں میں سے آپ بتائیے کہ ہمارے لیے کون سا راستہ ممکن ہے؟ اور پھر آپ یہ بتائیں کہ مذاکرات سے نقصان کیا ہوا؟ میں تو کہوں گا کہ اس کے نتیجے میں مسئلہ کشمیر ایک بار پھر عالمی سطح پر ایک موضوع بن گیا۔ دونوں ممالک کے وزراء اعظم کی ملاقات کی خبر آتی ہے تو ساری دنیا کی توجہ اس پر ہوتی ہے کہ اس میں کشمیر پر بات ہوئی یا نہیں؟ اور اگر بات ہوئی تو کیا ہوئی۔ کولمبو میں نواز شریف اور واجپائی ملے، اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا لیکن دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ میں کشمیر

کی بات ہوئی۔ اِدھر کشمیریوں کو بھی حوصلہ ملتا ہے کہ وہ اپنی آزادی کے لیے سربکف ہیں تو سیاسی وسفارتی سطح پر کوئی ان کی بات کرنے والا بھی ہے۔

☆ نوائے وقت ..... حکومت کی موجودہ افغان پالیسی کو بھی بعض حلقے ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شمالی افغانستان میں طالبان کی حالیہ فتوحات کے نتیجے میں ایران جیسے دوست ملک کو بھی ہم سے شکایات پیدا ہو گئی ہیں۔ وسط ایشیائی ریاستوں کی حکومتیں بھی ہمیں اس میں ملوث سمجھتی ہیں۔

○ اکرم ذکی ..... جی ہاں "محترمہ" بھی ان دنوں اس پر خاصی لے دے کر رہی ہیں لیکن آپ یہ بتائیں کہ طالبان کس حکومت کے دوران ابھرے؟ نواز شریف کی گزشتہ حکومت کے دوران تو طالبان فیکٹر کہیں نہیں تھا۔ اس دوران ہماری حتی الامکان کوشش تھی کہ افغانستان میں تمام افغان دھڑوں کے لیے قابل قبول حکومت قائم ہو جائے تا کہ وہاں امن وسکون کی فضا میں تعمیر نو کا آغاز ہو۔ پر امن افغانستان ہماری بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی خود افغانوں کی۔ ہم نے ۱۹۹۲ء میں معاہدہ پشاور کرایا جس پر حکمت یار کی حزب اسلامی سمیت ساتوں افغان دھڑوں کے دستخط تھے پھر ۱۹۹۳ء میں معاہدہ اسلام آباد ہوا جسے ایران اور سعودی عرب کی تائید بھی حاصل تھی۔ اس معاہدے پر دستخطوں کے بعد ہم افغان قائدین کو سعودی عرب اور ایران بھی لے گئے۔ لیکن چند ہی ماہ بعد نواز شریف حکومت کے خاتمے کے بعد صورت حال پھر بدل گئی۔ اب طالبان آگئے جس کا کریڈٹ خود جنرل نصیر اللہ بابر بڑے فخر سے لیتے رہے۔ نواز شریف دوبارہ برسراقتدار آئے تو افغانستان میں نئے حقائق تھے۔ ہم نے طالبان حکومت کو اس لیے تسلیم کیا کہ ہماری سرحد کے اس پار یہ ایک ٹھوس حقیقت تھی۔ ہمیں افغانستان سے تعلقات رکھنے ہیں، بات چیت کرنی ہے تو کابل کی حکومت کے ذریعے ہی کریں گے۔ میں آپ کو یاد دلاؤں کہ پاکستان نے ہر اس حکومت کو تسلیم کیا جو کابل میں برسراقتدار تھی۔ ظاہر شاہ، داؤد، نور محمد ترکی اور حفیظ اللہ امین تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر ببرک کارمل سوویت ٹینکوں پر بیٹھ کر کابل پر قابض ہوئے تو ہم نے بین الاقوامی قوانین کے تحت اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ہماری یہی پالیسی کابل کی نجیب انتظامیہ کے متعلق بھی تھی۔ آپ حقائق سے زیادہ دیر تک آنکھیں بند نہیں رکھ سکتے۔ خود امریکہ کو روس اور چین کی کمیونسٹ حکومتوں کو تسلیم کرنا پڑا۔ ضروری نہیں کہ آپ جس حکومت کو تسلیم کر رہے ہیں، وہ آپ کی پسندیدہ بھی ہو۔ آپ ہر جگہ اپنی پسند کی حکومت نہیں لا سکتے۔ یہ تو روس اور امریکہ بھی نہیں لا سکتے۔

طالبان ہمارے بھائی ہیں' پاکستان کے دوست ہیں' لیکن وہ ہمارے پابند تو نہیں' ان کا اپنا ایجنڈا ہے۔ جہاں تک ان کے زیر حراست ایرانی سفارت کاروں کا مسئلہ ہے' تو ہم نے پہلے بھی اس سلسلے میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے کی کوشش کی' اب بھی کریں گے۔

☆ نوائے وقت ..... لیکن ایران کے ساتھ تعلقات؟

○ اکرم ذکی ..... ایران اور پاکستان کے مشترکہ مفادات بہت گہرے ہیں۔ کبھی کبھار کسی مسئلے پر اختلافات بھی ہو جاتے ہیں اور یہ فطری بات ہے۔ لیکن یہ وقتی اختلافات مستقل مشترکہ مفادات پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ ہم کئی نازک مواقع پر ایرانی بھائیوں کے کام آئے اور یہی معاملہ ہمارے ایرانی بھائیوں کا ہمارے متعلق رہا۔ ان تعلقات کی لمبی تاریخ ہے اور یہ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ میں اسی دور کی مثال دیتا ہوں۔ ۲۳ مارچ ۱۹۹۷ء کو پاکستان کی گولڈن جوبلی کے سلسلے میں اسلام آباد میں او آئی سی کا خصوصی اجلاس ہوا اور ہم نے اس موقع پر ایران کے صدر اور سعودی عرب کے ولی عہد کی ملاقات کو ممکن بنایا جس کے بعد ایران اور سعودیہ میں تعلقات کا نیا دروازہ کھلا۔ پھر باہم آمد ورفت میں اضافہ ہوا۔ خدا کے فضل سے عرب وعجم کے تعلقات میں خوش گوار پیش رفت جاری ہے۔ اسی سال دسمبر میں ایران میں اسلامی سربراہ کانفرنس ہونا تھی۔ امریکہ کے ایما پر چند عرب ممالک اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس موقع پر پھر ہمیں اپنا کردار ادا کرنے کا موقع ملا اور تہران میں او آئی سی سربراہ کانفرنس نہایت کامیاب رہی۔

☆ نوائے وقت ..... طالبان کے متعلق بعض حلقے جو منفی رائے رکھتے ہیں مثلاً طالبان کی انتہا پسندی؟

○ اکرم ذکی ..... میں یہی کہوں گا کہ حکومت میں آنے کے بعد ذمے داری کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ ایرانی انقلابیوں کے متعلق ابتداء میں کیا کیا خدشات تھے اور خود ان کے رویے میں بھی جذباتیت نمایاں تھے لیکن رفتہ رفتہ احساس ذمہ داری غالب آ گیا۔

☆ نوائے وقت ..... بعض حلقے ایران اور افغانستان میں جنگ کے خدشات بھی ظاہر کرتے ہیں؟

○ اکرم ذکی ..... افغانوں کی اپنی تاریخ ہے۔ انہوں نے دوبارہ سپر پاورز کو شکست دی' برطانیہ کو اور سوویت یونین کو۔ ہمارے ایرانی بھائی بھی اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔ پاکستان کو بھی اس کا احساس ہے اور امید ہے کہ امریکہ بھی اسے نظر انداز نہیں کرے گا۔

☆ نوائے وقت ..... آپ نئے عالمی تناظر میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے لیے کیا آپشن تجویز

کرتے ہیں؟

○ اکرم ذکی ..... چین اور ایران دو ایسے ممالک ہیں جن سے تعلقات کو ہمیں خصوصی اہمیت دینی چاہئے اور یہی معاملہ باقی مسلمان ممالک کا بھی ہے۔ یورپ اور جاپان سے تجارتی و تکنیکی تعلقات کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ امریکہ کے ساتھ باعزت مذاکرات کے ذریعے تعلقات میں استحکام پیدا کرنا چاہئے۔ نہ امریکہ سے تصادم' نہ اس کی غلامی۔ یہ دونوں راستے خطرناک ہوں گے۔ اعتدال کا راستہ ہی خیر و سلامتی کا راستہ ہے۔ اور ہمیں تو قرآن پاک نے بھی اعتدال و توازن کا درس دیا "خیر الامور اوسطہا"

ہندوستان کے ساتھ بھی ہمیں احتیاط اور دانش مندی کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔ وزیر اعظم نواز شریف نے گزشتہ کولمبو کانفرنس میں "پیس' سیکیورٹی اینڈ ڈویلپمنٹ" کے عنوان سے جو جامع تجویز دی' اسے خطے کے چھوٹے ممالک نے سراہا۔ یہ تجویز خطے میں امن و امان' سیاسی و عسکری استحکام اور اقتصادی ترقی کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ سلامتی کونسل کے مستقل ارکان پی فائیو اور جی ایٹ کے رکن ممالک کے ساتھ بھی فردا" فردا" دو طرفہ تعلقات کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

قصہ المختصر یہ کہ ایٹمی طاقت بن جانے کے بعد ہماری ذمے داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اب جوش کے بجائے ہوش اور جذبات کے بجائے احتیاط سے کام لینے کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت' ۳ ستمبر ۹۸ء)

محمد زاہد الراشدی

امام مسجد نبوی کا امریکہ کے خلاف نعرۂ حق

مولانا منظور احمد چنیوٹی راوی ہیں کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران وہ سعودی عرب میں تھے اور رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے قادیانیت کے بارے میں قائم کیے گئے گروپ کے ساتھ مصروف کار تھے کہ اس دوران حرمین شریفین کے ایک بزرگ امام محترم سے ان کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے امام صاحب سے استدعا کی کہ وہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں پاکستان کی تحریک ختم نبوت کا تذکرہ کر کے قادیانیت کے بارے میں کچھ کلمات ارشاد فرما دیں۔ امام محترم نے جواب دیا کہ انہیں اس سلسلہ میں متعلقہ حکام سے اجازت لینا پڑے گی۔ مولانا چنیوٹی نے کہا کہ چلیں خطبہ جمعہ میں نہ سہی' دعا میں ہی ذکر کر دیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اسلامیان پاکستان کی کامیابی کے لیے دعا فرما دیں تو جواب ملا کہ اس کے لیے بھی متعلقہ حکام کو اعتماد میں لینا ہوگا۔

یہ شخصی یا خاندانی حکومت کا سب سے بڑا المیہ ہوتا ہے کہ شخصیت یا خاندان کے مفادات اور وقار کو پورے نظام میں محور کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور کسی بے ضرر بلکہ مفید بات کے لیے بھی بعض چہروں کے اتار چڑھاؤ کو دیکھنا ضروری سمجھا جانے لگتا ہے۔

۹۲ء میں سعودی عرب کے سینکڑوں سرکردہ علماء کرام اور دانشوروں نے ''تذکرۃ النصیحہ'' (خیر خواہی کی یادداشت) کے نام سے عرضداشت بادشاہ معظم کے حضور پیش کی جس میں حکومت کی مختلف پالیسیوں بالخصوص خلیج میں امریکی افواج کی موجودگی' ملک میں سودی نظام معیشت کے تسلسل اور شرعی عدالتوں کے دائرہ کار اور اختیارات کو بتدریج محدود کرنے کے طرز عمل پر تنقید کرتے ہوئے ان پر نظر ثانی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور شریعت اسلامیہ کے مطابق عوام کے شرعی اور شہری حقوق کی بحالی پر زور دیا گیا ہے۔ اس عرضداشت پر دستخط کرنے والے سینکڑوں علماء اور دانشوروں کو گرفتار کر لیا گیا اور بہت سے جلا وطن ہو گئے' ان میں سے دو بڑے علماء کرام الشیخ سفر الحوالی اور الشیخ سلمان العودۃ ابھی تک زیر حراست ہیں اور دو ممتاز دانشور ڈاکٹر محمد المسعری اور ڈاکٹر سعد الفقیہ اپنے دیگر رفقاء سمیت لندن میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ عالم اسلام کے عظیم مجاہد الشیخ

مجاہد اسلامہ بن لادن اسی قسم کی جرات رندانہ کی پاداش میں افغانستان کی سنگلاخ وادیوں میں خانہ بدوشی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اس "خیر خواہی کی عرضداشت" کے جواب میں علماء کے سرکاری کیمپ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ بادشاہ معظم کی پالیسیوں پر اس طرح کھلم کھلا تنقید کرنا اور اس حوالہ سے لوگوں کا ذہن تیار کرنا درست طرز عمل نہیں ہے اور ان سرکاری علماء کے بقول شریعت اسلامیہ میں اس کی اجازت نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک درست طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی کو شرعی نقطہ نظر سے حکومت کی پالیسی پر اعتراض ہو تو وہ اسے مخفی طور پر تنہائی میں باوقار طریقہ سے متعلقہ حاکم کے گوش گزار کر دے۔ بس اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہے اور ایسا کر کے وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے گا (یہ عرضداشت اور سرکاری علماء کا جواب دونوں راقم الحروف کے پاس موجود ہیں)

اس پس منظر میں مدینہ منورہ کے محترم عالم دین اور مسجد نبوی کے امام الشیخ علی عبد الرحمٰن الحذیفی کے ایک خطبہ جمعہ کی آڈیو کیسٹ سننے کا اتفاق ہوا تو خوشگوار حیرت ہوئی کہ انہوں نے بعض اہم اور نازک مسائل پر عالم اسلام کے دینی حلقوں کی بے باک ترجمانی کا راستہ اختیار کیا ہے اور روایتی طریق کار سے ہٹ کر عالم اسلام کے زندہ مسائل کو موضوع گفتگو بنایا ہے۔ الشیخ الحذیفی نے یہ خطبہ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ کے پہلے جمعۃ المبارک کو مسجد نبوی میں ارشاد فرمایا جبکہ ایران کے سابق صدر رفسنجانی بھی مدینہ منورہ کے دورے پر آئے ہوئے تھے اور جمعۃ المبارک کے اجتماع میں شریک تھے مگر وہ خطبہ کے دوران ہی اٹھ کر اپنے محافظین کے ہمراہ واپس چلے گئے۔

الشیخ حذیفی اپنے علم و فضل اور نیکی و تقویٰ کے حوالہ سے عالم اسلام کی معروف شخصیت ہیں اور قرآن کریم کی قراءۃ میں ان کا سوز و گداز بطور خاص لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عقیدت و محبت ابھارنے کا باعث ہے۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کسی نماز کی ادائیگی میں ایک مسلمان کے لیے بذات خود بہت بڑی سعادت اور خوش بختی کی بات ہے لیکن راقم الحروف نے اس بات کا کئی بار مشاہدہ کیا ہے کہ کسی جہری نماز کی تکبیر تحریمہ میں الشیخ الحذیفی کی آواز سن کر لاکھوں نمازیوں کے چہرے کھل اٹھتے ہیں کہ آج ان کی زبان سے قرآن کریم سن کر نماز کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ سچی بات ہے کہ مصر کے الشیخ محمود خلیل الحصری کے بعد اگر کسی قاری کی تلاوت قرآن کریم نے متاثر کیا ہے اور دل کی بے حس تاروں کو حرکت دی ہے تو وہ یہی الشیخ علی عبد الرحمٰن الحذیفی ہیں۔ اللہ پاک انہیں حفظ و امان میں رکھے اور ہر قسم کی ابتلاء و آزمائش میں استقامت اور سرخروئی نصیب فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین ....

ہم ان اطلاعات پر تشویش کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس خطبہ کے بعد سے شیخ موصوف منظر سے مسلسل غائب ہیں اور کم وبیش ڈیڑھ ماہ سے انہوں نے نہ کسی جمعہ پر خطبہ دیا ہے اور نہ ہی کوئی نماز پڑھائی ہے۔ ہمارے ایک ذمہ دار دوست جو اس دوران دو ہفتے مدینہ منورہ رہ کر آئے ہیں' بتاتے ہیں کہ ان دو ہفتوں میں شیخ حذیفی نے ایک نماز بھی نہیں پڑھائی۔ معلوم نہیں کہ آیا انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے یا وہ گھر میں نظربند کر دیے گئے ہیں؟ ہم سعودی عرب کی معزز حکومت سے گزارش کریں گے کہ وہ الشیخ الحذیفی جیسے ہر دلعزیز امام وخطیب کی صحت وسلامتی اور آزادی کے بارے میں تازہ ترین صورتحال سے عالم اسلام کو باخبر کرے۔

(مطبوعہ روزنامہ اوصاف' ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء)

امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے جولائی ۱۹۵۱ء کے پالیسی بیان میں کہا گیا:

"پاکستان میں ہمارے اہداف کے لیے ایک خطرہ اور ہے جو کمیونزم کی طرح عیاں نہیں۔ یہ جاگیرداروں کے رجعت پسند گروہوں اور غیر تعلیم یافتہ مذہبی راہ نماؤں (ملاؤں) کی طرف سے ہے جو موجودہ مغرب پسند حکومت کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسلام کے دقیانوسی اصولوں کی طرف واپس لوٹنا چاہتے ہیں۔ ان کی قوت کا سرچشمہ عوام کے مذہبی جذبات اور جاہل لوگوں کی طرف سے تغیر وتبدل کی مخالفت ہے۔ اگر یہ غالب آ گئے تو پاکستان ایک مذہبی ریاست بن جائے گا جو واضح طور پر مغرب دشمن ہوگی۔ اس لیے ہمیں جمہوری (لادینی) دستور اور جدید تعلیم کے لیے موجودہ حکومت کی کوششوں کی مکمل حمایت کرنی چاہیے"

(کے عارف' پاک امریکہ تعلقات' دستاویزات (انگریزی) جلد ا' ص ۶۴)

مسجد نبوی کے امام الشیخ علی عبد الرحمن الحذیفی کا

یادگار اور جرات مندانہ خطاب جمعہ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام کائنات کا پالنے والا اور اس کائنات کا حقیقی بادشاہ ہے۔ اس نے اپنے اولیاء کے دلوں کو ہدایت اور یقین کی قوت سے روشن فرمایا اور ان کی فہم وفراست کو روشن وحی سے تقویت بخشی۔ جس کو چاہا اپنی رحمت سے ہدایت عطاء فرمائی اور جسے چاہا اپنی حکمت سے گمراہ کیا چنانچہ کافروں اور منافقوں کے قلوب نور حق کو قبول کرنے سے اندھے ہوگئے پس اللہ کی پوری حجت اس کی تمام مخلوق پر قائم ہوگئی۔

میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں اور اس کا ایسا شکر کرتا ہوں جو اس کی ذات اور اس کی عظیم بادشاہت کے لائق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی قیامت کے دن کا مالک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اولین وآخرین کے سردار ہیں جن کو قرآن کے ساتھ تمام مسلمانوں کے لیے رحمت اور خوشخبری بنا کر بھیجا گیا۔ اے اللہ! درود وسلام اور برکتیں بھیج اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب اور تابعین پر۔

اما بعد! مسلمانو! اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کی مضبوط رسی کو تھامے رکھو اے اللہ کے بندو! بلاشبہ انسان پر اللہ کی سب سے بڑی نعمت سچا دین ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور اس کے ذریعہ گمراہی کے اندھوں کو ایمان کی بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنادیا اور ہم نے اس کو ایسا نور دے دیا جسے لیے ہوئے وہ لوگوں میں چلتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا" (سورۃ الانعام) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے' وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے؟ پس نصیحت تو سمجھ دار

لوگ ہی قبول کرتے ہیں؟ (سورۃ الرعد)

اللہ کا دین آسمان وزمین میں اور اولین و آخرین کے لیے صرف دین اسلام ہے شریعت کے احکام ہر نبی کے لیے مختلف رہے ہر نبی کو وہ ہی احکام دیئے گئے جو ان کی امت کے لیے ہونے چاہیئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور علم سے جس حکم کو مناسب سمجھا منسوخ کردیا اور جسے چاہا برقرار رکھا لیکن جب سید البشر ﷺ کو مبعوث فرمایا تو تمام شریعتوں کو منسوخ فرمادیا اور ہر انسان وجن کو آپ ﷺ کے اتباع کا مکلف بنادیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "آپ فرما دیجئے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہیں جو کہ اللہ اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور تم ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ" (سورۃ الاعراف)

ارشاد نبوی ہے "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو بھی یہودی یا عیسائی میری (نبوت ورسالت کی) خبر سن لے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنم میں داخل ہوگا"

پس جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے گا وہ جہنم میں رہے گا اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں فرماتے اللہ تعالیٰ قرآن میں اعلان فرماچکے ہیں "بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے" (سورۃ آل عمران)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین طلب کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا" (سورۃ آل عمران)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو ایسی شریعت کے ساتھ بھیجا جو سب سے افضل ہے اور ایسا دین دے کر مبعوث فرمایا جو سب سے مکمل ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین میں وہ تمام (بنیادی) اصول جمع فرمادیئے جو انبیاء سابقین علیہم السلام کو دیئے گئے تھے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے "اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے

ہیں اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے"۔ (سورۃ شوریٰ)

مقتدایان یہود ونصاریٰ کو یقین ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا دین ہی سچا دین ہے لیکن مسلمانوں سے حسد، کبر، حب دنیا اور نفسانی اغراض اسلام اور ان کے درمیان حائل ہیں علاوہ ازیں یہود ونصاریٰ حضور ﷺ کی بعثت سے قبل ہی اپنی آسمانی کتاب میں تحریف کر چکے تھے اور انہوں نے اپنے دین کو بدل کر رکھ دیا تھا پس وہ کفر و گمراہی پر قائم ہیں۔

حق و باطل کے بارے مختصر تمہید کے بعد یہ تحریک ہم مسلمانوں کے لیے بڑی تکلیف دہ ہے جو مختلف ادیان کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے چلائی جا رہی ہے۔

اور ہمیں وہ دعوت بھی بری لگ رہی ہے جس کے منادی وہ "دانشور" ہیں جو اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔

خصوصاً" جبکہ آج کی جنگیں ادیان کی بنیاد پر لڑی جا رہی ہیں اور تمام تر مفادات بھی دین پر مرکوز ہو چکے ہیں تو ایسی دعوت و تحریک اسلام اور مسلمانوں کے لیے اور بھی زیادہ خطرناک ہوگی۔

بے شک اسلام یہود ونصاریٰ کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ خود کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل ہو جائیں اسلام کو مان کر باطل سے چھٹکارا حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو رب قرار نہ دے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں" (سورۃ آل عمران)۔

اسلام یہود ونصاریٰ کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے دین پر قائم رہیں بشرطیکہ اسلام کے ماتحت رہیں مسلمانوں کو جزیہ دیتے رہیں اور امن وامان برقرار رکھیں اسلام یہود ونصاریٰ کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "دین میں جبر نہیں یقیناً ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے" (سورۃ البقرہ)

لیکن اسلام سراپا رواداری اور انسانیت کے لیے خیر خواہی ہے اس لئے وہ یہ ضرور بتاتا ہے کہ یہود ونصاریٰ کا دین باطل ہے تا کہ جو ایمان لانا چاہتا ہے وہ ایمان لے آئے اور جو کفر چاہتا ہے وہ کفر کر لے اور اگر یہود ونصاریٰ اور مشرکین اسلام میں داخل ہونا چاہیں تو

اسلام ان کو اپنی آغوش میں لے لے گا اور یوں وہ مسلمانوں کے دینی بھائی بن سکتے ہیں کیونکہ اسلام میں کسی رنگ و نسل کی وجہ سے کوئی تعصب نہیں برتا رکھا گیا اس پر خود تاریخ اسلامی شاہد ہے اور اس بارے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

"اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو" (سورۃ الحجرات)

باقی رہا اسلام کے ساتھ یہودیت یا عیسائیت کا جوڑ تو یہ بالکل ہی ناممکن اور محال ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور نہیں برابر ہو سکتا اندھا اور آنکھوں والا اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں" (سورۃ فاطر)

اسی طرح یہ نظریہ بھی باطل ہے کہ مسلمان بعض احکام اسلامیہ سے دستبردار ہو جائیں اور یہود و نصاریٰ کو قائل کرنے کے لیے بعض دینی احکام میں تساہل اور چشم پوشی سے کام لیں یا کفار سے دوستی رکھیں تو یہود و نصاریٰ قریب ہوسکتے ہیں سچا مسلمان ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو" (سورۃ الحشر)

الغرض مسلمان اور کافر میں کوئی رشتہ نہیں مگر اس کے باوجود اسلام کسی مسلمان کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ کفار پر ظلم کرے کیونکہ اسلام نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا پابند کیا ہے۔

ہاں مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حق کا دفاع کرے اور دین کی نصرت کرے اور باطل سے نہ صرف دشمنی رکھے بلکہ اس کی قوت توڑنے کی کوشش کرے اسلام اور کفر کے درمیان یہ امتیاز جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ اسلام کے عقائد اور بنیاد کو پوری قوت سے پکڑا جائے ایمان پر ثابت قدمی اور اسلام کے احکام پر سختی کے ساتھ پابندی ہی سے مسلمان دنیا میں سعادت مند ہو کر اپنی عزت اور اپنے حقوق کا تحفظ کر سکتا ہے دین پر استقامت ہی سے حق کو مستحکم اور باطل کو باطل قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس کے برعکس ادیان کو باہم قریب دکھانے کی جو تحریک چلائی جارہی ہے تو یہ (نہ

صرف) اسلام کے بالکل منافی ہے بلکہ مسلمانوں کو بہت بڑے فساد اور فتنہ میں ڈال دے گی اور جس کے نتائج عقیدہ اسلام میں پیوند کاری' ایمان کی کمزوری اور اللہ کے دشمنوں سے دوستی جیسے بھیانک ہوں گے حالانکہ اللہ نے اہل ایمان کو باہم دوستی کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے "اور مومن مرد اور مومن عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں" (سورۃ التوبہ)

جبکہ اللہ نے کفار کو چاہے کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں ایک دوسرے کا دوست بتایا ہے۔ فرمایا "اور کافر کافروں کے دوست ہیں اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو جائے گا" (سورۃ الانفال)

مشہور مفسر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے۔

یعنی اگر تم نے مشرکین سے علیحدگی اختیار نہ کی اور اہل ایمان سے دوستی نہ کی تو بہت بڑا فتنہ لوگوں میں برپا ہوجائے گا فتنہ سے مراد مسلمانوں کا کفار سے گھل مل جانا اور حقیقت کا مشتبہ ہوجانا ہے پس مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اختلاط سے لمبا چوڑا فساد واقع ہو جائے گا۔

اور اللہ کا ارشاد ہے۔ "اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں" (سورۃ المائدۃ)

اسلام اور یہودیت میں کیا جوڑ ہو سکتا ہے جبکہ اسلام اپنی پاکیزگی' روشنی' نورانیت' شرافت وعدالت' رواداری' وسعت ظرفی' بلند اخلاقی اور جن وانس کے لیے عام ہونے میں بے مثال ہے اور یہودیت مادہ پرستی' تنگ نظری' انسانیت کے ساتھ کینہ پروری' اخلاقی انحطاط' اندھیر نگری اور لالچ وطمع کا مجموعہ ہے تو اسلام اور یہودیت میں کیا جوڑ ہو سکتا ہے؟

کیا کوئی مسلمان اس بہتان کو قبول کر سکتا ہے جو یہودی حضرت مریم صدیقہ عابدہ علیہا السلام پر لگاتے ہیں؟ کیا مسلمان یہودیوں کو برداشت کر سکتے ہیں جبکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ولد الزنا کہتے ہیں؟ بنابریں قرآن اور شیطان کی تلمود (یہود کی مذہبی کتاب) کے درمیان کیونکر قرب وتعلق ہو سکتا ہے؟

اسی طرح مسیحیت اور نصرانیت کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں اسلام صاف ستھرا دین توحید ہے' سراپا رحمت وانصاف ہے اور مکمل شریعت ہے جبکہ عیسائیت گمراہی کا مجموعہ ہے گمراہ عیسائیت کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں یا وہ خود اللہ ہیں یا تیسرے معبود ہیں کیا عقل اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ معبود رحم مادر میں پرورش پائے کیا عقل مانتی ہے کہ معبود کھائے پیئے' گدھے کی سواری کرے' سوئے اور بول وبراز کرے؟ تو ایسے بے

بیہودہ مذہب کو اسلام سے کیا نسبت؟ اسلام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا قائل ہے اور اس میں یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں' بنی اسرائیل کے رسول ہیں اور اللہ کے افضل ترین رسولوں میں سے ہیں۔

پس اے مسلمانو! اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ مسلمان اپنے عقیدہ میں حق وباطل کا امتیاز کرے جسے اللہ نے اچھا قرار دیا اسے اچھا سمجھے اور جسے اللہ نے ناپسندیدہ بنایا اسے مکروہ و مبغوض سمجھے' سب مسلمان باہمی مدد ونصرت کے ذریعہ ایک ہو جائیں کیونکہ مسلمانوں کے تمام دشمنوں کو ان کے باطل دین اور کافرانہ عقائد نے اسلام دشمنی پر متحد کردیا ہے اور یہ آج سے نہیں ہمیشہ دشمنان اسلام مسلمانوں کے خلاف متحد رہے ہیں اور اس کا کوئی امکان نہیں کہ کفار مسلمانوں سے خوش ہو جائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور ہرگز یہود ونصاریٰ آپ سے راضی نہیں ہو سکتے الا یہ کہ آپ ان کے مذہب کے پیروکار بن جائیں"۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد۔ "اور کفار تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین سے ہٹادیں اگر ان کے بس میں ہو"۔

صیہونی حکومت کے قیام کے مقاصد

چنانچہ "فلسطین" میں ایک صیہونی یہودی حکومت کی داغ بیل صرف اس لیے ڈالی گئی تا کہ اسلام سے مسلح جنگ کا آغاز کرکے علاقہ کو ہولناک حالات سے دو چار کردیا جائے اور صیہونی حکومت کے قیام کے بعد یہودی استعمار نے عالم اسلام کے خلاف متعدد ایسی بنیادی اور اجتماعی سازشوں کا آغاز کیا جن کا غم مسلمانوں کو آج بھی کھائے جا رہا ہے۔

ان سازشوں میں سب سے بڑی سازش یہ تھی کہ عالم اسلام سے شرعی عدالتوں کا خاتمہ کرکے اس کی جگہ خود ساختہ قوانین اور غیر اسلامی عدالتوں کا اجراء کیا جائے چنانچہ کفار اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوگئے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ سعودیہ کی اسلامی حکومت اس سازش کا شکار نہ ہوسکی اور یہاں آج بھی شرعی عدالتیں قائم ہیں اور اسلامی حکومتوں میں صرف سعودی حکومت ہے جو توحید کی علمبردار ہے۔

بیشتر ممالک اسلامیہ میں شرعی واسلامی عدالتیں ختم کرنے میں کامیابی کے بعد آخر میں یہود ونصاریٰ نے علاقہ میں نئی سازشوں کا جال پھیلایا تا کہ ان کو عسکری اور فوجی مداخلت کا بہانہ ملے چنانچہ یہاں بعث' اشتراکیت اور قومیت جیسے مذاہب کفریہ اور غیر مسلم احزاب کے نام سے عسکری انقلابات کا سلسلہ شروع ہوا حالانکہ ان جماعتوں اور مذاہب کا اسلام سے کوئی

دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔

چنانچہ ان مذاہب کفریہ نے صدام جیسے لوگوں کو جنم دیا جس کے نتیجے میں شریعت مطہرہ اور علم نبوت سے مسلح جنگ چھیڑدی گئی پھر تمام وسائل بروئے کار لائے گئے اور حق کی آوازوں کو دبا دیا گیا کفار کی سازشوں نے رنگ دکھایا اور خاندان کے خاندان مغربی ممالک کی طرف کوچ کرگئے چنانچہ وہ حکومتیں جو فوجی انقلابات کا شکار ہوئی تھیں مغربی اثرات کی وجہ سے دین میں کمزور ہوتی چلی گئیں پھر ہر نئی حکومت پہلی حکومت کو تباہی وبربادی کا ذمہ دار ٹھہرا کر اس پر لعنت بھیجتی رہی والعیاذ باللہ بعض اسلامی ممالک کی حالت تو اس قدر ناگفتہ بہ ہو چکی ہے کہ اب وہاں نماز باجماعت ادا کرنا بہت بڑا جرم ہے جس پر سزا دی جاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

جب یہ حالات ہوں تو نصرت الٰہیہ دینی عزت اور شرافت کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے؟

صیہونی حکومت کے قیام اسلامی ممالک سے شرعی عدالتوں کے خاتمہ اور ان کی جگہ خود ساختہ نظام وغیرہ اسلامی قانون کے اجراء' مسلمانوں میں اسلام کے بالمقابل مذاہب اور جماعتوں کی ترویج و تشکیل اوراس کے نتیجے میں صدام حسین جیسے شخص کے منظر عام پر آجانے کے بعد بڑی طاقتوں کے لیے گویا وہ تمام اسباب مہیا ہوگئے جن پر وہ اصل سازشوں کو انجام دے سکتے تھے چنانچہ عالمی طاقتوں نے باقاعدہ فوجی وعسکری مداخلت کا راستہ ہموار کرنے کے لیے قصداً" جعلی بحران پیدا کرنا شروع کردیئے جبکہ وہ اقتصادیات پر پہلے ہی قابض ہو چکے تھے۔

اور اب تو بڑی طاقتوں کے یہ عزائم کھل کر سامنے آچکے ہیں کہ مملکت حرمین شریفین کو ایسی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کردیا جائے جو باہم لڑتی جھگڑتی رہیں یوں اسلام دشمنی کے عقیدہ کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

یاد رکھیں عالمی طاقتیں مملکت حرمین کی سخت ترین دشمن ہیں کیونکہ یہ مملکت اسلام کا بہت بڑا مرکز اور قلعہ ہے اس لیے امریکہ' برطانیہ اور ان کی ہمنوا حکومتوں کے مکروہ عزائم طشت از بام ہو چکے ہیں کفار کی تمام حکومتیں حرمین کی اس مملکت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں بلکہ تمام کفریہ طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہیں اسی لیے ان حکومتوں میں سے کسی پر کبھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا (خصوصاً" جبکہ) امریکہ وبرطانیہ کی طرف سے مملکت حرمین کو اس کی بقاء اور سلامتی سے متعلق دھمکیاں دی جارہی ہیں تو ان کی کھلی دشمنی' بدنیتی' نقصان پہنچانے کے عزائم اور مملکت حرمین کی تباہی کے منصوبے بالکل

عیاں ہو چکے ہیں۔

امریکہ کان کھول کر سن لے کہ وہ مملکت حرمین کو تنہا نہ سمجھے مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام مسلمان حرمین شریفین کی مملکت کے دفاع کے لیے متحد ہیں کیونکہ ارض حرمین ایمان کا آخری مرکز ہے۔

عالمی طاقتوں کے ناپاک عزائم اور ان کے اہداف یہ ہیں۔

☆ صیونی و یہودی حکومت اسرائیل کو مستحکم کرنا۔

☆ مسجد اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرکے یہودیوں کی دیرینہ آرزو پوری کرنا۔

☆ عرب مسلم ممالک پر یہودیوں کی فوجی و عسکری برتری کو برقرار رکھنا۔

☆ خلیج کی دولت پر قبضہ جمانا تا کہ اہل خلیج کو بچا کھچا ہی مل سکے۔

☆ اسلام کی دعوت پر فیصلہ کن وار کرنا۔

☆ ہراس چیز کی تحریک چلانا جو اسلام کے خلاف ہو جس سے اسلام کے عطاء کردہ بہترین اخلاق کو تباہ کیا جا سکے اور عرب اسلامی ممالک کو باہمی لڑائیوں میں مصروف رکھا جا سکے۔

مسلمانو ! تمہیں "ترکی" سے عبرت حاصل کرنا چاہئے جب کمال اتاترک ملعون نے سیکولر حکومت قائم کی اور ترکوں پر زبردستی کفری نظام مسلط کیا' ترک حکام نے نہ صرف اسلام کو پس پشت ڈالا بلکہ انہوں نے اسلام سے ہر جگہ دوبدو جنگ کی اور اب تک وہ اسلام کے خلاف صف آراء ہیں وہ یہودیوں کے ساتھ عسکری عہد وپیمان کر چکے ہیں اس کے باوجود کفار ترک حکومت سے صرف اس شرط پر خوش ہیں کہ وہ یہودیوں کی خدمت گزار اور فرمانبردار بنی رہے' ترکی نے یہود ونصاریٰ کے لیے اپنا دین وایمان سب کچھ قربان کردیا لیکن ترکی کو کوئی یورپی ملک اپنے ساتھ ملانے کو تیار نہیں' ترکی کا جرم کیا ہے؟ یہی کہ وہ کسی زمانہ میں اسلام کا مرکز رہا تھا۔

ترکی کے حالات سے عبرت پکڑو اور یاد رکھو تم احکام اسلام سے کتنے ہی دستبردار ہو جاؤ کفار تم سے کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے لہٰذا ان کو راضی رکھنے کی بجائے اپنے دین اور اپنے حق کا دفاع کرو مسلمانو! کفار کی یہ دشمنی دین پر مبنی ہے۔

اگر دشمنی کی بنیاد دین اسلام نہیں تو بتاؤ چھ سال سے عراقی عوام کا محاصرہ کیوں جاری ہے؟ بتاؤ آخر عراق کے کمزور عوام کا قصور کیا ہے سوائے اس کے کہ وہ مسلمان ہیں رہا صدام اور اس کا حکمران ٹولہ تو محاصرہ اور اقتصادی ناکہ بندی سے انہیں قطعاً" کوئی نقصان

نہیں پہنچ رہا۔

عالمی طاقتیں اس ظلم کا جواز یہ بتاتی ہیں کہ عراق نے اقوام متحدہ کی قرار داد کی مخالفت کی ہے جبکہ یہ صرف ایک قرارداد ہے مگر دوسری طرف یہودی دشمن کو دیکھیں اس نے اب تک اقوام متحدہ کی ایک نہیں ساٹھ قراردادوں کو مسترد کر رکھا ہے بلکہ اس نے آج تک ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف قرار داد پر دستخط نہیں کئے حالانکہ یہ خطہ ایسا آتش فشاں اور فتنہ وفساد سے پر ہے کہ تباہ کن اسلحہ کو برداشت کرنے کی قطعاً" صلاحیت نہیں رکھتا۔

عراقی عوام پر جاری ظلم میں خود صدام کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ صدر صدام وہی کچھ کرتا ہے جو دشمنان اسلام چاہتے ہیں۔

امریکہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارے خطہ میں مداخلت بند کرے جہاں تک خلیج میں امن وامان اور اس کے تحفظ کا معاملہ ہے تو اس کی ذمہ داری خود خلیجی ممالک پر جن میں سرفہرست سعودیہ ہے عائد ہوتی ہے نہ کہ امریکہ پر۔

امریکہ اپنی طاقت پر غرور نہ کرے اللہ تعالیٰ کی سنت چلی آرہی ہے کہ جب بھی کمزور مغلوب ہوئے ہیں قوت والوں کو تباہ وبرباد کردیا جاتا ہے اور یہ تباہی رب العالمین کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے کمزوروں کی بے سروسامانی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔

امریکیوں کو افغانستان کے مسلمانوں سے سبق لینا چاہیئے جنہوں نے لاٹھیوں سے جہاد شروع کیا اور اس وقت کی بڑی طاقت کو نیست ونابود کردیا یاد رکھیں ٹیکنالوجی ہی سب کچھ نہیں اصل قوت تو ایمان کی ہے۔

جزیرہ عرب میں امن وامان کے قیام کی ذمہ داری خود یہاں کی حکومتوں پر ہے بلکہ یہ ان کا فرض ہے بیرونی ملکوں کی مداخلت کی کیا ضرورت بلکہ آج یہ خطہ یعنی جزیرہ عرب جس خطرناک مشکلات اور ہولناک اضطراب سے دوچار ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا اصل سبب خود یہی بڑی طاقتیں ہیں ان کفریہ طاقتوں کا طریق واردات یہ ہے کہ جہاں کہیں کوئی معمولی حادثہ پیش آجائے یا در پردہ انہی کا اپنا پیدا کردہ ہو تو یہ اس کا حل کرنے کے بہانے وہاں کود پڑتی ہیں عنوان تو اس ملک کو پیش خطرات ومصائب سے نجات دلانے کا ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ طاقتیں اس آڑ میں اس ملک کے لیے سب سے بڑا خطرہ ومصیبت بن جاتی ہیں۔ بھلا بھیڑیا بھی بھیڑوں بکریوں کا نگہبان ہو سکتا ہے؟ بھیڑیا کیسے بھیڑ بکریوں کا نگہبان ہو سکتا ہے؟

اے اللہ کے بندو! مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دینی عداوت ہے اور امریکہ

اگرچہ بذات خود ایک عیسائی حکومت ہے لیکن اس کی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھ میں ہے امریکہ کا کسی معاملے میں کوئی حکم واختیار نہیں چلتا یہودی جسے چاہتے ہیں اسے استعمال کرتے ہیں مگر مسلمان بلاد حرمین میں امریکہ کے عسکری وجود کو کسی حال میں بھی قبول نہیں کر سکتے مسلمان امریکہ یا کسی بھی کفریہ طاقت کے مسلح وجود کو جزیرہ عرب میں برداشت نہیں کر سکتے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہیں رہ سکتے"

آپ ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی۔ "یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو"

سو (اس وقت جب یہود ونصاریٰ نے ارض حرمین میں اور اس کے چاروں طرف اپنے فوجی اڈے بنائے ہوئے ہیں تو مسلمانوں پر) حضور اکرم ﷺ کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کو جزیرہ عرب سے نکالنا فرض ہو چکا ہے۔

اے مسلمانو! تم پر عذاب کے بادل منڈلا رہے ہیں تباہی وبربادی سے نجات کے لیے توبہ کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ نافرمانی اور گناہوں ہی کی وجہ سے مصیبت وبلاء نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی سے نجات ملتی ہے۔

اے وہ شخص جس نے شراب پی کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر تو اس توبہ کے ذریعہ پورے معاشرہ کی اصلاح میں معاون ثابت ہوگا' اے وہ شخص جس نے زنا یا لواطت کا ارتکاب کرکے اللہ کی نافرمانی کی اللہ کے سامنے توبہ کر' اے وہ شخص جس نے منشیات کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی اپنے رب کے سامنے توبہ کر اس لیے کہ تو عنقریب اسی کی طرف لوٹ کر جائے گا' اے وہ شخص جس نے ترک صلوٰۃ کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کر' اے وہ شخص جس نے کسی مسلمان کے مال یا عزت کو نقصان پہنچا کر اس پر ظلم کیا ہے اپنے رب کی طرف رجوع کر۔

اپنے اموال کو سود سے پاک کرو اس لیے کہ سود ان اسباب میں سے ہے جس سے ہلاکت اور جنگیں مسلط ہوتی ہیں یعنی دین اور خرید وفروخت کے اپنے معاملات کو ان امور سے پاک کرو جو دین اسلام ونصوص شریعت کے موافق نہ ہوں تا کہ بنکوں میں ہونے والے ہر قسم کے معاملات احکام اسلام کے سامنے سرنگوں ان کے موافق اور ان سے مزین ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دو' دعوت الی اللہ اور دعوت الی الاسلام کو مستحکم کرو مسلمانوں کو دین سکھاؤ عالم اسلام میں دینی تعلیم کے لیے قائم مدارس اسلامیہ کا خاص اہتمام کرو۔ پر اللہ کی طرف دعوت دینا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان علماء پر دعوت الی اللہ کا

اہتمام کرنا بطور خاص فرض ہے جن کے عقیدہ، علم اور استقامت وتصلب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جو صاحب فتویٰ ہیں لوگ اپنے ان مسائل کے حل کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں جن میں وہ ایسے فتویٰ کے محتاج ہوتے ہیں جو کتاب وسنت کے مطابق ہو۔

اے مسلمانو! ان گروہوں سے بچو جو تفرقہ پیدا کرنے والے ہیں ان خواہشات اور گمراہیوں سے بچو جو تشتت پیدا کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب وعقاب سے بچو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے، تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں، واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم تو ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ کے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مر رہے ہو اپنے غصہ میں بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں" (سورۃ آل عمران ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ میرے لئے اور تمہارے لئے قرآن عظیم میں برکت عطاء فرمائیں مجھے اور تمہیں قرآن کی آیات وذکر حکیم سے نفع پہنچائیں اور ہمیں سید المرسلین ﷺ کی سیرت وہدایات سے نفع پہنچائیں میں اپنے لئے اور آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(بہ شکریہ ہفت روزہ "ضرب مومن" کراچی)

ملاقات : حامد میر

شیخ اسامہ بن لادن سے انٹرویو

اسامہ بن لادن کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کے والد محمد بن عود بن لادن، شاہ فیصل کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ ان کے خاندان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی تعمیراتی کمپنی نے حرم شریف مکہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی توسیع اور تعمیر نو کی۔ اسامہ بن لادن نے بھی ایک زمانے میں مسجد نبوی کی تعمیر میں خود حصہ لیا۔ اسامہ بن لادن ۱۹۷۹ء میں افغانستان پر روسی قبضے کے بعد سعودی عرب سے پشاور پہنچے اور پشاور سے افغانسان میں داخل ہو کر روسی فوج کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔ افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی تک اسامہ بن لادن کو صرف افغان مجاہدین جانتے تھے لیکن ۱۹۹۰ء میں جب امریکی فوجیں سعودی عرب میں لائی گئیں تو اسامہ بن لادن نے ان کی مخالفت شروع کر دی۔ امریکی حکام کے پاس اسامہ بن لادن کے خلاف الزامات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ امریکی دفتر خارجہ کے خیال میں ۱۹۹۳ء میں نیو یارک ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے کے ملزمان کا تعلق اسامہ بن لادن سے ہے، الریاض اور الخبر میں امریکی فوجی اڈوں میں بم دھماکوں کا منصوبہ اسامہ بن لادن نے تیار کیا، مصر کے صدر حسنی مبارک پر قاتلانہ حملے میں بھی لادن کا ہاتھ تلاش کیا جاتا ہے، صومالیہ میں امریکی فوجیوں کی ہلاکت کی ذمہ داری بھی اسامہ بن لادن پر ڈالی جاتی ہے۔ امریکہ نے ڈیڑھ سال قبل طالبان سے یہ مطالبہ شروع کیا تھا کہ اسامہ بن لادن کو اس کے حوالے کیا جائے۔ طالبان مسلسل انکار کر رہے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ لادن ان کے مہمان ہیں۔ لادن کو مہمان بنانے کا طالبان کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ ایک ڈیڑھ سال پہلے تک ایران اور بھارت یہ الزام لگاتے تھے کہ

طالبان کو امریکی حمایت حاصل ہے لیکن جب طالبان نے لادن کو امریکہ کے حوالے کرنے سے انکار کیا تو طالبان کو امریکہ کی سرپرستی کا الزام غلط ثابت ہو گیا۔ طالبان کے مخالفین نے بھی ان کی اصول پسندی کی تعریف شروع کر دی۔ موجودہ صورتحال میں اگر طالبان لادن کے بارے میں اپنے موقف میں لچک پیدا کرتے ہیں تو انہیں اسلام پسند حلقوں کی طرف سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسامہ بن لادن کا کہنا ہے کہ جزیرہ عرب میں امریکہ' برطانیہ اور فرانس کی یہودی اور نہ انی فوجیں ۲۳ اڈے قائم کر چکی ہیں۔ پہلا اڈہ جدہ میں ہے جو بیت اللہ سے صرف ۴۵ کلو میٹر دور ہے۔ دوسرا اڈہ طائف میں ہے جو بیت اللہ سے صرف ۵۴ کلو میٹر دور ہے۔ تیسرا تبوک' چوتھا ریاض' پانچواں حفرالباطن' چھٹا الجوف' ساتواں دمام' آٹھواں کویت' نواں بحرین میں جفیر کے مقام پر' دسواں قطر میں دوحہ کے مقام پر' گیارھواں متحدہ عرب امارات میں ابو ظہبی کے مقام پر' بارہواں عمان میں خصب کے مقام پر جو ایران کی سرحد کے قریب ہے۔ تیرہواں مسقط' چودھواں بھی عمان کے شہر مطرح اور پندرہواں عمان کے شہر مصریرہ' سولہواں اردن کے علاقے ارزق' سترہواں مصر کے علاقے صحرائے سینا' اٹھارہواں مصر کے شہر قاہرہ' انیسواں مصر کی وادی قنا' بیسواں مصر کے ساحل بیناس' اکیسواں بحر احمر کے جزیرہ دھلک میں قائم ہے جہاں اری ٹیریا کے عیسائی امریکہ اور اسرائیل کی مدد سے قابض ہیں۔ بائیسواں بحر احمر کا جزیرہ خیش ہے جس پر اری ٹیریا کے عیسائیوں کا قبضہ ہے اور تئیسواں جبوتی ہے جہاں فرانس کا بہت بڑا فضائی اڈہ ہے۔ اس طرح صرف سعودی عرب میں سات اڈے قائم ہیں جن کا جواز یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امریکی فوج عراق کے ممکنہ حملے کا مقابلہ کرنے کے لے بلائی گئی ہے حالانکہ اگر واقعی عراق کے حملے کا خطرہ موجود ہے تو اسلامی ممالک کی فوجیں بھی بلائی جا سکتی ہیں لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ امریکہ' برطانیہ اور فرانس جزیرہ عرب میں تیل کے ذخائر پر

قبضے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان مہمانوں کی خاطر تواضع عرب حکومتوں کے ذمہ ہے جس پر ماہانہ لاکھوں' سالانہ اربوں ڈالر خرچ ہو رہے ہیں۔ امریکی فوجوں پر خرچ کیے جانے والے اربوں ڈالر سے دنیا کے کروڑوں ڈالر غریب مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لیے منصوبے شروع کیے جا سکتے ہیں۔ امام مسجد نبوی نے سعودی عرب میں امریکی فوجوں کی موجودگی پر درست کہا ہے کہ بھلا بھیڑیاں بکریوں کی کیسے رکھوالی کر سکتا ہے؟ جزیرہ عرب میں یہود ونصاریٰ کے یہی ۲۳ اڈے ہمارا اصل ٹارگٹ ہیں۔ ان اڈوں کو ختم کر کے دم لیں گے۔

اسامہ بن لادن ان دنوں قندھار کے قریب ایک خفیہ مقام پر مقیم ہیں۔ وہ اپنا ٹھکانہ تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ زیر نظر انٹرویو ایسے ہی ایک خفیہ ٹھکانے پر لیا گیا۔ انٹرویو کے لیے ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا گیا۔ حالات کی سنگینی کے باعث فوٹو گرافر کو ساتھ لے جانا ممکن نہ تھا لہٰذا کچھ تصاویر میں نے خود لیں اور کچھ تصاویر اسامہ بن لادن کے ساتھیوں نے لیں۔ ۱۳ مئی کو اسامہ بن لادن کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

گفتگو کے دوران انہوں نے اپنے دلائل کی وضاحت دیوار پر لگے ہوئے ایک بڑے عالمی نقشے کی مدد سے کی۔

اوصاف : آپ پر الزام ہے کہ آپ نے الخبر اور الریاض میں امریکہ کے فوجی اڈوں پر بم دھماکے کروائے اور یہ کہ آپ مسلمانوں کو امریکہ کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟

اسامہ بن لادن : سعودی عرب میں امریکی فوجیوں کی موجودگی خلاف اسلام ہے۔ امریکیوں کے قتل کے الزام میں جو افراد گرفتار ہوئے ہیں' انہوں نے سعودی ٹیلی وژن پر بتایا کہ ہم نے امریکیوں کو شرعی فرض سمجھ کر مارا ہے۔ انہوں نے ٹیلی وژن پر یہ اعتراف بھی کیا کہ ہمارے دلوں میں امریکہ کے خلاف جذبہ جگانے والا اسامہ بن لادن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ کو سعودی عرب سے نکالنا بالکل جائز ہے۔ امریکیوں کو مارنے والوں پر ہمیں فخر ہے۔ امریکہ کے خلاف جہاد فرض ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ امریکیوں کو مارنے کے الزام میں گرفتار ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ شہداء کی صفت میں شامل کرے۔

اوصاف : حال ہی میں خبریں آئیں کہ مسجد نبویؐ کے امام شیخ حذیفی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے بھی سعودی عرب میں امریکی افواج کی موجودگی کو خلاف اسلام قرار دیا تھا۔ ان کی گرفتاری پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟

اسامہ بن لادن : شیخ حذیفی نے ہمارے موقف کی حمایت کی۔ ان شاء اللہ شیخ حذیفی کے دل کی آرزو ضرور پوری ہوگی۔ امریکی فوجوں کو حرمین شریفین سے ہر قیمت پر نکالیں گے۔

اوصاف : نیو یارک ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے کے ایک ملزم اور مصر کے عالم دین شیخ عمر عبد الرحمٰن نے بھی جیل سے ایک فتوے میں امریکیوں کو قتل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ کیا اس قسم کے فتووں سے غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ مسلمان ظالم قوم ہے؟

اسامہ بن لادن : ہمیں شیخ عمر عبد الرحمٰن پر فخر ہے۔ ہم ان کے فتوے کو درست سمجھتے ہیں۔ وہ ایک نابینا عالم ہیں۔ بھلا وہ نیو یارک ٹریڈ سنٹر میں کیسے دھماکہ کر سکتے ہیں؟ ان کی گرفتاری امریکہ کے ظالم ہونے کا ثبوت ہے۔ امریکہ اسرائیل کے ہاتھوں ہزاروں فلسطینیوں کے قتل عام پر خاموش رہتا ہے۔ بھارت کے ہاتھوں ہزاروں کشمیری عورتوں کی عصمت دری پر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ عراق پر اقتصادی پابندیاں لگا کر لاکھوں بچے مار دیتا ہے۔ ظالم تو امریکہ ہے۔ امریکہ سعودی عرب میں ہمارے وسائل لوٹنے آیا ہے۔ امریکی فوج کا سارا خرچہ سعودی حکومت برداشت کر رہی ہے۔ امریکہ ہمیں قتل بھی کرتا ہے اور ہمیں لوٹتا ہے بھی ہے تو پھر ہم امریکہ کی جارحیت کے جواب میں کیسے خاموش رہیں؟

اوصاف : حال ہی میں بھارت نے ایٹمی دھماکے کیے تو امریکہ نے اس کے خلاف اقتصادی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ کیا امریکہ نے اصول پسندی کا مظاہرہ نہیں کیا؟

اسامہ بن لادن : کون سی اصول پسندی؟ امریکہ کی اقتصادی پابندیاں جھوٹ ہیں۔ پابندیاں وہ ہوتی ہیں جو عراق کے خلاف لگائی گئی ہیں۔ پاکستان کو امریکہ سے خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ امریکہ مسلمانوں کے ساتھ کبھی مخلص نہیں ہو سکتا۔ امریکہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا دشمن ہے۔ پاکستان کو اپنے ایٹمی پروگرام پر کوئی سودے بازی نہیں کرنی چاہئے۔ پاکستان کو ایٹمی دھماکہ کر کے دنیا کو یہ بتا دینا چاہئے کہ اگر اس کے خلاف جارحیت ہوئی تو وہ جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر پاکستان نے ایٹمی دھماکہ نہ کیا تو کافر الٹا کہیں گے کہ پاکستان کے پاس کچھ بھی نہیں۔

اوصاف : جہاد افغانستان کے دوران برہان الدین ربانی، گلبدین حکمت یار اور احمد شاہ مسعود وغیرہ سے آپ کا دوستانہ رہا لیکن آج یہ سب طالبان کے مخالف اتحاد میں شامل ہیں۔ اس

صورتحال پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟

اسامہ بن لادن : احمد شاہ مسعود کے سوا سب افغان لیڈروں سے میرا تعلق رہا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ امیر المومنین ملا عمر سے میرا زیادہ رابطہ نہیں تھا لیکن عالم اسلام کے اس عظیم مجاہد نے ساری دنیا کی مخالفت مول لے کر ہمیں اپنا مہمان بنایا ہے۔ ربانی اور حکمت یار وغیرہ نے روسی فوجوں کے خلاف جو کردار ادا کیا' اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن جب ان لیڈروں نے دوستم جیسے کمیونسٹ اور نجیب اللہ جیسے اسلام دشمن کے ساتھ مل کر افغان عوام کی خواہشات کے خلاف مخلوط حکومت بنائی تو ہمیں افسوس ہوا۔ آج طالبان کی لڑائی دوستم سے بھی ہے اور امریکہ سے بھی ہے' روس سے بھی ہے اور بھارت سے بھی ہے۔ خود فیصلہ کریں' مسلمانوں کو طالبان کا ساتھ دینا چاہیے یا کسی اور کا ساتھ دینا چاہیے؟

اوصاف : آپ کی زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟

اسامہ بن لادن : میری زندگی کا مقصد یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنا ہے۔ میں خاص طور پر پاکستانی مسلمانوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میرے مقصد کی حمایت کی ہے۔ یہ مقصد میرا نہیں' ہر مسلمان کا ہونا چاہیے۔ یہ صرف سعودی عرب کا نہیں' پورے عالم اسلام کا مقصد ہونا چاہیے۔ نبی کریمؐ کا حکم ہے کہ یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ یہ ایک شرعی مقصد ہے جس کے لیے میرے پاس ٹھوس دلائل ہیں۔ میں جذباتی بات نہیں کر رہا' میرے پاس علمی دلائل ہیں۔ اسرائیل کا پہلا وزیر اعظم بن جاریون کہتا ہے کہ ہمیں اشتراکیت یا جمہوریت یا فوجی انقلابیوں سے کوئی خطرہ نہیں' ہمیں صرف اسلام سے خطرہ ہے کہ یہ زہریلا سانپ جو آج تک سو رہا تھا' اب آہستہ آہستہ کروٹیں لے کر جاگ رہا ہے۔ قابل تعجب بات یہ ہے کہ جس چیز کا اعتراف آج دشمن کھلے دل سے کر رہا ہے' ہمارے بعض مسلمان اس بارے میں ابھی تک شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔ اسرائیل کا سابق وزیر دفاع اریل شارون کہتا ہے' اسلامی قوتوں میں جو قوت بھی اپنی عوام کی ہمدردیوں کو سمیٹ لے گی' وہی بعد میں اسلامی مملکت کے قیام کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ آج اسلام دشمن طاقتوں کا آئندہ لائحہ عمل بھی یہ ہوگا کہ وہ اسلام کو ہماری تحریکوں سے دور کرنے کی پلاننگ کرے۔ چنانچہ اسرائیلی اخبار یدیعوت احرنوت اپنی ۱۹۷۸/۳/۱۸ کی اشاعت میں اسرائیلی ذرائع ابلاغ کو عربوں کے اندر اسلامی بیداری کے خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ کو وہ حقیقت نہیں بھولنی چاہیے جو کہ ہماری عربوں کے ساتھ جنگی سیاست کا حصہ ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ہم گزشتہ تیس سال سے اپنی اور اپنے

دوستوں کی مدد سے اس بات میں کامیاب رہے ہیں کہ عربوں سے دوران جنگ لفظ اسلام کو دور رکھا' اسی طرح ہمیشہ اسلام ان کی جنگوں سے دور رہے لہٰذا ہمیں اپنی جنگی حکمت عملی ترتیب دیتے وقت ایک منٹ کے لیے بھی اس بات سے غافل نہیں رہنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے اندر کسی لحہ بھی اسلامی روح بیدار نہ ہونے پائے۔ اس کے لیے اگر اپنے دوستوں کی مدد سے خطہ میں طاقت وزبردستی کا استعمال کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے اور یہ اخبار اسلامی جماعتوں کی طرف سے روح اسلام کی بیداری کے خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے مزید لکھتا ہے کہ اگر یہ اسلامی جماعتیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی ہیں اور اسرائیل اس کو روکنے میں بروقت کارروائی میں ناکام ہو جاتا ہے تو پھر اسرائیل کو اپنے حقیقی دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار رہنا چاہیئے اور ہماری خواہش ہے کہ ایسے دشمن سے مقابلہ میں دور رہنا بہتر ہے جو اپنے انتہا پسند عقیدے کی بنا پر یہ یقین رکھتا ہے کہ ایک یہودی کو مارنے یا اس کے ہاتھ سے مر جانے کے بعد سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔

ایک یہودی جرنیل ۱۹۴۸ء کی جنگ میں مسلمان مجاہدین اور اسلامی جماعتوں کے اراکین کے جذبہ جہاد کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک جنگ اپنے حکمرانوں کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے محض لڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ لوگ ہر معرکہ میں شدت اور جنونی کیفیت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ ہمارے اسرائیلی سپاہیوں کی طرح نہیں جو صرف اپنے وطن کے لیے لڑتے ہیں بلکہ یہ انتہا پسند مسلمان اس کے لیے لڑتے ہیں کہ موت سے ہمکنار ہوں۔ یہ فرق ہے ہمارے اور ان کے درمیان۔ اس بنا پر دشمن کی اہم ترین چال یہ ہے کہ کسی طرح مسلمان جماعتوں کو ان کے دوستوں کے ذریعہ نقصان پہنچایا جائے اور علاقے کے حکمرانوں کو اپنا آلہ کار بنا کر اسلامی قوتوں کے خلاف استعمال کیا جائے۔

اخبار سنڈے ٹیلی گراف اپنی ۷۶/۱۲/۱۷ کی اشاعت میں اپنے مضمون "انتہا پسند مسلمانوں کے ساتھ صرف سختی سے نمٹا جائے" کے تحت لکھتا ہے کہ یورپ والوں نے اس بارے میں زبردست غلطی کی کہ وہ مشرق وسطیٰ میں اپنے مصالح کے خلاف خطرہ صرف اشتراکیت کو قرار دیتے رہے جبکہ حقیقی خطرہ مسلمان انتہا پسند تھے جو آہستہ آہستہ اپنی طاقت کو مجتمع کرتے رہے یہاں تک کہ آج وہ انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں۔

اسرائیلی ریڈیو کے اسلامی امور کے بارے میں تبصرہ نگار اپنی شام کی نشریات مورخہ ۷۸/۴/۵ میں اس خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ مسلمانوں کے اندر پھر سے اسلامی روح کا زندہ ہونا ایک زبردست خطرہ ہے جو نہ صرف اسرائیل کے مستقبل کو لاحق

ہے بلکہ پوری مغربی تہذیب کے مستقبل کے لیے چیلنج ہے اور اس شدت سے اسلامی نظریات کا ابھرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہماری اور ہمارے تمام دوستوں کی وہ ساری جدوجہد ناکام رہی ہے جو وہ مسلمانوں کے خلاف اس خطہ میں کرتے رہے ہیں۔ جبکہ ہم متفقہ طور پر مسلمان کو اور اسلام کو اپنا ازلی دشمن سمجھتے ہیں تو ہمیں نئے سرے سے اپنی ترجیحات مرتب کرنی چاہئیں جو اس بڑے خطرے کا صحیح معنوں میں مقابلہ کر سکیں اور جو اسلامی تحریکیں اب مصر، ایران اور افغانستان میں اپنی کارروائیاں شروع کر چکی ہیں، خدشہ یہ ہے کہ کہیں یہ ترکی تک نہ پھیل جائیں۔ ترکی جس کی خلافت اسلامیہ کے خاتمہ کے لیے یہودیوں اور ان آلہ کاروں نے بڑی جدوجہد کی اور قربانیاں دی ہیں، ہمارے بعض سادہ دل یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کو ایران اور افغانستان اور ترکی سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اسرائیل سے فاصلہ کے لحاظ سے بہت دور ہیں، لیکن یہ سادہ لوح حضرات یہ بھولے ہوئے ہیں کہ اسرائیل جو چاروں طرف سے لاکھوں عرب مسلمانوں کے درمیان گھرا ہوا ہے اور اسلامی تحریکیں ان عربوں میں اپنا کام کر رہی ہیں، اگر یہ عرب ان مسلمان تحریکوں سے متاثر ہو کر اچانک اٹھ کھڑے ہوں تو پھر اسرائیل کے اندر سے بھی الجہاد الجہاد کی پکار سنائی دے گی۔

مختصراً یہ کہ آج ہمارے دشمن یہود ونصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کو اپنے وجود کے لیے حقیقی خطرہ سمجھ چکے ہیں جبکہ خود ہمارے مسلمان ابھی اس حقیقت سے غافل ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے سے گریزاں ہیں۔

بہرحال یہود ونصاریٰ کی ان تمام کوششوں کے باوجود جو وہ علاقے میں کر رہے ہیں، خاص طور پر عرب ممالک کے حکام وامراء کو شدت پسندوں یا دہشت گردوں کے فرضی ناموں سے خوف زدہ کر کے درحقیقت وہ اپنے اسلام دشمن عزائم کو پورا کر رہے ہیں، اس کے باوجود ان شاء اللہ اسلام آ رہا ہے اور جس خطرے سے وہ آگاہ ہو چکے ہیں، وہ ان کے سروں پر پہنچ چکا ہے اور یہ حقیقت ہے جس کی بشارتیں ہمیں نبی کریمؐ کے ارشادات مبارکہ میں ملتی ہیں اور نصوص صریحہ میں موجود ہیں جو کہ فیصلہ کن معرکہ کی خبر دیتی ہیں۔ ان احادیث میں سے نبی اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے جسے امام مسلم نے روایت ہے۔ اس بشارت غیبی کے واقع ہونے کا وقت ان شاء اللہ اب قریب آ چکا ہے۔ اس کی بنیاد یہی اسلامی تحریکوں کا احیاء اور ان کے مجاہدانہ کارنامے بنیں گے جس کی طرف آج پوری دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں جو کہ صحیح کتاب وسنت کی دعوت کے طریق کار پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے سلف کی روایات کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے فریضے کو

سرانجام دے رہے ہیں۔

آج مسلمان بیدار ہو چکا ہے اور ساری دنیا کو بتا رہا ہے کہ میں زندہ ہوں۔ آج کے بعد مسلمان کسی بڑی طاقت کا دست نگر نہیں رہے گا بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی نصرت اور توکل کے ذریعہ اس کے وعدوں کا یقین رکھتے ہوئے کام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلے امت مسلمہ کے افراد اور حکام کو قربانی کے لیے تیار رہنا ہوگا اور جہاد کے لیے اپنی کوششوں کو تیز کرنا ہوگا تا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور نبی کریم ﷺ کی بشارتوں کی روشنی میں ہم اپنے درج ذیل مقاصد کو حاصل کر سکیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات حرمین شریفین اور فلسطین اب بہت جلد آزاد ہونے والے ہیں۔ اس حقیقت سے صرف جاہل ہی انکار کر سکتا ہے۔

۲۔ مسلمان دشمنوں کو اپنے مشترکہ عزائم کی تکمیل کا موقع صرف اس صورت میں میسر آیا کہ جب مسلمان اپنے دین سے دور ہوئے اور آپس کے اختلافات میں پڑے اور ان کے حکمرانوں نے خیانتیں شروع کر دیں۔

۳۔ تمام تجربات وعوامل کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو چکی ہے کہ آج مسلمان قوموں کے مسائل کا ایک ہی حل ہے' وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

۴۔ کتاب اللہ اور احادیث مبارکہ اور علمائے امت کے متفقہ فیصلہ کے مطابق ان حالات میں جبکہ مقدس مقامات کفار کے قبضہ میں ہوں اور عزت وناموس کی بے حرمتی کی جا رہی ہو' تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اور اس کو چھوڑنے والا گنہگار ٹھہرتا ہے۔

۵۔ یہ جہاد ایک قیمتی موقع ہے آج کے علماء اور مختلف جماعتوں کے پیشواؤں کے لیے اور دینی لائن میں کام کرنے والے افراد کے لیے کہ وہ اس سے کم اہمیت کے مسائل کو متاخر کر کے جہاد کے عملی فریضہ کی تکمیل کے لیے اپنی کوششوں کو بروئے کار لائیں

ہم اس ضمن میں اپنی آخری گزارشات تمام علماء' مفکرین اور اسلامی قیادتوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور یہ کہ وہ ایک بین الاقوامی اسلامی مجلس کی تشکیل کریں جس میں تمام جید علماء اور داعیان کرام اور مفکرین امہ کو شامل کیا جائے اور اس مجلس کے اہم ترین مقاصد میں سے یہ ہو۔ تمام اسلامی مقدس مقامات کی آزادی اور اللہ کے دین کے استحکام کے لیے جدوجہد اور امت مسلمہ کے مسائل کا حل اور اپنے عقیدے کے لیے جدوجہد اور امت مسلمہ کے مسائل کا حل اور اپنے عقیدے اور دین کا دفاع مقصود ہو' تب

یہ طبقات اپنی ذمہ داری سے بری ہوں گے۔

مارچ ۱۹۷۶ء میں انباء الکویت اخبار میں ایک مضمون کا ترجمہ شائع ہوا جو کہ امریکی اخبارات میں شائع ہو چکا تھا۔ مضمون میں امریکہ کے سعودی عرب پر قبضہ کرنے کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا کہ تم ہنسو نہیں۔ پنٹاگون کے پاس ایک پلان موجود ہے اس فکر کو نافذ کرنے کے لیے جو امریکی ماہرین کے درمیان موضوع بحث بن رہی ہے۔ مضمون کے مطابق مشرق وسطیٰ میں دنیا کی مجموعی آبادی کا دس فیصد حصہ آباد ہے اور اس کی ۷۵ فیصد زمین تیل پر مشتمل ہے۔ اس غلطی کی تصحیح ضروری ہے اور اس غلطی کو صحیح کرنا بغیر قوت کے استعمال کے نہیں ہو سکتا۔ ہم نے ابھی تک نہیں سنا کہ کوئی عربی خوشدلی سے تیل کے کنویں سے دستبردار ہوا۔ پس امریکہ ہی وہ واحد قوت ہے جو یہ قدم اٹھانے پر قادر ہے اور صاحب مضمون اس علاقے کے مسلمانوں کے استخفاف وذلت کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اگر ہم سعودی عرب پر غلبہ حاصل کر کے اور اس کے ہر باشندے کو چالیس ایکڑ زمین ریت بمع اونٹ اور دو ہزار ڈالر سالانہ دیں یعنی کل ۱۶ ملین ڈالر سالانہ دیں تو وہ ہمیں پسند کریں گے۔

آگے لکھتا ہے کہ سعودیہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد فوراً جنگی مجرموں کی عدالتیں قائم کر کے مجرموں کو وہاں کی معروف سزائیں دیں گے۔ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا' قاتل کو قتل کیا جائے گا اور بلاشک کوئی بھی شیخ ان سزاؤں سے نہیں بچے گا اور ان کے ساتھ سعودی تیل کی کمپنیوں کے ان ڈائریکٹروں کو بھی سزائیں دی جائیں گی جو ان کی امداد کر رہے تھے۔

پھر آگے مسلمانوں کے بارے میں ان جرائم کے ارتکاب کرنے کی وجہ وعلت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہماری اقتصادی حالت ہماری بیرونی سیاست و مستقبل جدہ کے مرہون منت ہے نہ کہ واشنگٹن کے ساتھ لیکن سعودیہ پر غلبے کا حصول ساری صورتحال کو بدل دے گا۔ اور پھر آخر میں ہمیں یہ موقع ملے گا کہ ہم اپنے پختہ مقاصد واہداف کے ساتھ جنگ کریں گے۔

سنڈے ٹائمز نے ۹۵/۲/۹ میں لکھا ہے کہ امریکہ کی قومی سلامتی کونسل نے اس تفصیلی بحث کو مکمل کیا جو کہ انتہائی خفیہ پلان کے بارے میں تھی جو امریکی وزارت دفاع نے مشرق وسطیٰ میں دوسری جنگ کی ابتداء کے وقت سعودی تیل کے کنووں پر حملہ کرنے کے لیے تیار کی تھی۔

صحیفہ نے لکھا ہے کہ یہ پلان جس کا نام شفرۃ الظهران ہے جس کو پینٹاگون نے وضع کیا ہے' امریکی حملے کے لیے تیل کے کنوؤں پر حملے کی قیادت بری فوج کا ڈویژن کرے گا جس کو ایئر فورس لے کر جائے گی اور ان کے ساتھ شریک حملہ ہوگی جس میں اسرائیل کا فوجی اڈا مسریم استعمال کیا جائے اور اس طرح بری فوج ظهران کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ حاصل کر لے گی جہاں سے امریکی عوام کو نکالنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ایک لاکھ فوجی مرد و عورت اس وقت علاقے میں موجود ہیں۔

ازہر کے علماء کا فتویٰ ہے جو کہ ۱۹۵۶ء میں جاری ہوا ہے' اس میں لکھا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ صلح کرنا شرعاً" جائز نہیں کیونکہ اس میں غاصب کو مظلوم پر دوام دینا ہے اور اس کے غاصبانہ قبضے کا اعتراف کرنا ہے۔ پس مسلمانوں کے لیے ان یہود سے صلح کرنا جائز نہیں جنہوں نے فلسطین کی سرزمین کو غصب کیا ہے اور وہاں کی آبادی اور ان کے اموال پر مظالم ڈھائے ہیں۔ بلکہ تمام مسلمانوں کو' چاہے وہ کسی رنگ' نسل وزبان سے تعلق رکھتے ہیں' سب پر فلسطین کو دوبارہ اہل فلسطین کے لیے حاصل کرنا واجب ہے اور جس نے اس فریضے میں تقصیر کی' کوتاہی برتی یا مسلمانوں کو جہاد سے ورغلایا یا مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کی کوشش کی اور سامراج کو مسلمانوں اور عرب کے خلاف اپنے پلان پر عملدر آمد کرنے میں مدد کی تو وہ شخص مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہے اور بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہے۔ (ماخوذ از موسوعہ الذخائر العظام' شیخ شہید عبد اللہ عزام' ص ۸۵۶' ۸۵۸)

اگر فلسطین کے بعض لوگ پورے فلسطین یا اس کے بعض حصے سے دستبردار ہو بھی جائیں تب بھی فلسطین کا جہاد ساقط نہیں ہوتا جیسے کہ امریکی قوتوں کے خلاف جہاد ساقط نہیں ہوتا جبکہ وہ مسلمانوں کی زمین پر حملہ کریں اگرچہ بعض مسلمان حکمران اس سرزمین سے دستبردار ہی کیوں نہ ہو جائیں جیسے کہ ہمارے لیے کسی حکمران کے نماز وروزہ چھوڑنے کے حکم کو ماننا جائز نہیں ہے' اسی طرح جہاد کو ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ یہ سب فرض عین ہیں' ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مختصر یہ کہ اللہ کے رسولؐ کا فرمان ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے لہٰذا یہود ونصاریٰ کو سعودی عرب سے فلسطین تک نکالنا ہر مسلمان کا شرعی فرض ہے اور اس مقصد کے لیے ہمیں تیاری کرنی چاہئے۔

(مطبوعہ روزنامہ اوصاف' ۱۸ مئی ۱۹۹۸ء)

ابو عمار زاہد الراشدی

امریکی صدر، انسانی حقوق اور اقوام متحدہ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر جناب بل کلنٹن نے اپنے حالیہ دورۂ چین کے دوران بیجنگ یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسانی حقوق پوری دنیا کے لوگوں کے بنیادی حقوق ہیں۔ امریکہ کسی بھی ملک پر اپنے نظریات نہیں ٹھونسنا چاہتا، البتہ کئی حق ایسے ہیں جن کا بین الاقوامی سطح پر احترام کیا جانا چاہیے، ہر ملک میں لوگوں کو عزت کے ساتھ رہنے، اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنے اور سیاسی آزادی کا حق ہونے کے ساتھ مذہبی آزادی بھی ہونی چاہیے۔ یہ امریکہ یا یورپی حقوق نہیں بلکہ ہر جگہ کے لوگوں کے بنیادی حقوق ہیں۔

ادھر مشرقی امور کے بارے میں امریکی نائب وزیر خارجہ جناب رائیل نیومن نے واشنگٹن میں "سی آئی ایس آئی" کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اسی موضوع پر اسلام کے حوالہ سے گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ اسلام کے بارے میں امریکہ کو کوئی خارجہ پالیسی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ امریکہ کا داخلی مسئلہ ہے، مسلمان ایک بڑی تعداد میں امریکہ میں رہتے ہیں اور اسلام امریکہ میں تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے، انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق اور بعض عالمی اقدار تمام اقوام میں مشترک ہیں، ان پر امریکہ کی اجارہ داری نہیں ہے البتہ امریکہ ان کا علمبردار ضرور ہے۔

انسانی حقوق کے بارے میں دو ذمہ دار امریکی راہنماؤں کے یہ خیالات امریکی پالیسیوں میں نئے رجحانات کی نشاندہی کر رہے ہیں اور صدر کلنٹن نے پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بعد نئے حقائق کو تسلیم کر لینے کی جو بات کی تھی، شاید اس کی طرف پیش رفت کی کوئی عملی صورت سامنے آتی دکھائی دے رہی ہے۔

انسانی حقوق کے حوالے سے اب تک امریکہ کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ انسانی حقوق کے بارے میں اقوام متحدہ کے چارٹر اور اقوام متحدہ کے مختلف اداروں کی طرف سے کی گئی اس کی تشریحات کو حرف آخر قرار دے کر امریکہ پوری دنیا سے انہیں من و عن تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتا رہا ہے اور امریکہ اور روس کے کیمپ کے دیگر ممالک کے بین الاقوامی تعلقات

بالخصوص ترقی پذیر ممالک اقوام کی مدد اور تعاون کی پالیسی اور ترجیحات طے کرنے میں یہی نکتہ محور رہا ہے مگر اب امریکی راہنما کہہ رہے ہیں کہ انسانی حقوق اور عالمی اقدار پر ان کی اجارہ داری نہیں ہے اور وہ کسی ملک پر اپنے نظریات ٹھونسنا نہیں چاہتے۔

اقوام متحدہ کے چارٹر اور اس کے متعدد اداروں کی قراردادوں کے حوالہ سے انسانی حقوق کا موجودہ فریم ورک جس فلسفہ حیات کی نمائندگی کرتا ہے' وہ نہ صرف یہ کہ عالم اسلام کے لیے قابل قبول نہیں ہے بلکہ چین بھی اسے پوری طرح تسلیم کرنے کے لیے تیار نظر نہیں آتا اور اس کے بارے میں وہ اپنے تحفظات رکھتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ اب سے نصف صدی قبل جن حالات میں ترتیب پایا تھا' وہ آج سے قطعی مختلف حالات تھے۔ پوری دنیا میں مغرب کی اجارہ داری تھی' عالم اسلام کے بیشتر ممالک استعماری قوتوں کے زیر تسلط تھے اور اس وقت کی عالمی قوتوں نے مشرق یورپ اور مشرق وسطیٰ کی جغرافیائی الٹ پلٹ کے ساتھ آپس میں جو بندر بانٹ کر لی تھی' اس کے بعد عالم اسلام اجتماعی طور پر کوئی آواز بلند کرنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا' اسی طرح چین کو بھی عالمی بساط پر کوئی موثر حیثیت حاصل نہیں تھی اس لیے مغربی اقوام نے اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مخصوص فلسفہ حیات کو انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیہ کی شکل دی اور دنیا کی دیگر بے بس اقوام سے اس پر دستخط حاصل کر لیے جو اب تک ان قوموں اور ملکوں کے گلے کا ہار بنے ہوئے ہیں اور امریکہ اسی منشور کی آڑ میں دنیا کے جس ملک اور قوم کے خلاف اقوام متحدہ کی چھتری استعمال کرنا چاہتا ہے' کامیابی کے ساتھ کر لیتا ہے۔

اس بات سے قطع نظر کہ انسانی حقوق کے حوالہ سے مغربی ممالک نے ہمیشہ دوہرا معیار رکھا ہے اور کشمیر' فلسطین' بوسنیا' چیچنیا اور کوسووو میں انسانی حقوق کی پامالی امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کی وہ توجہ کبھی حاصل نہیں کر سکی جو ان کے اپنے مفادات کے علاقوں میں ہمیشہ امتیازی حیثیت کی حامل رہی ہے' ہمارے نزدیک انسانی حقوق کا مغربی فلسفہ اور اقوام متحدہ کے منشور اور اس کے متعلقہ اداروں کی قراردادوں کا موجودہ فریم ورک ہی سرے سے متنازعہ ہے اور اس کی بہت سی شقیں اسلام کی صریح تعلیمات سے متصادم ہیں مثلاً" نکاح وطلاق اور خاندانی نظام کے بارے میں اقوام متحدہ کے چارٹر نے جو اصول بیان کیے ہیں' قرآنی تعلیمات ان کو قبول نہیں کرتیں اور اس چارٹر کو من وعن قبول کرنے سے کوئی بھی مسلمان فرد' خاندان یا قوم بنیادی اسلامی تعلیمات سے منحرف قرار پاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور

بھی دفعات اس چارٹر میں ایسی موجود ہیں جو اسلامی احکام وقوانین کو نفی کرتی ہیں اور اب جبکہ عالم اسلام کے بیشتر ممالک آزاد ہو چکے ہیں' ان میں سے بہت سے ملکوں میں اسلامی نظام کے نفاذ اور قرآن وسنت کے احکام وقوانین کی عملداری کی تحریکات مسلسل آگے بڑھ رہی ہیں' دنیا کے نقشے پر بہت سی مسلم حکومتوں کے گریز اور تذبذب کے باجود عالم اسلام ایک واضح بلاک کی شکل اختیار کرتا نظر آ رہا ہے اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بعد طاقت کے عالمی توازن میں بھی عالم اسلام کی پوزیشن پہلے سے بہت بہتر ہو گئی ہے۔ اس لیے اقوام متحدہ کا منشور اور اس کی آڑ میں امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کا طرز عمل پہلے سے زیادہ متنازعہ ہوتا جا رہا ہے اور عالم اسلام کی دینی تحریکات اور اسلامی عناصر اس کی مسلسل نفی کر رہے ہیں حتیٰ کہ افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت اب تک جو اقوام متحدہ کے منشور اور اس کے دیگر متعلقات پر دستخط کرنے سے جو گریزاں ہے' اس کا پس منظر بھی یہی ہے۔

تین سال قبل اقوام متحدہ کی گولڈن جوبلی تقریبات کے موقع پر ملائشیا کے وزیر اعظم جناب مہاتیر محمد نے مسلم ممالک کو تجویز دی تھی کہ وہ انسانی حقوق کے بارے میں مغربی ممالک کے دوہرے معیار اور طرز عمل کے خلاف احتجاج کے طور پر اقوام متحدہ کی گولڈن جوبلی تقریبات کا بائیکاٹ کریں لیکن ایک دو کے سوا کسی مسلم حکومت نے اس تجویز کا مثبت جواب نہیں دیا۔ اس موقع پر جناب مہاتیر محمد نے اقوام متحدہ کے منشور پر نظر ثانی کا مطالبہ بھی کیا تھا اور کہا تھا کہ بدلتے ہوئے حالات اور نئے عالمی حقائق کے پیش نظر اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کو از سرنو مرتب کرنے کی ضرورت ہے مگر یہ مطالبہ بھی صدا بصحرا ثابت ہوا تھا۔

ہمارا خیال ہے کہ پاکستان کے ایٹمی دھماکوں نے عالمی قوتوں کو گزشتہ نصف صدی کے دوران رونما ہونے والے نئے عالمی حقائق کا احساس دلا دیا ہے اور انہیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ جب ظاہری قوت کے اسباب ووسائل پر مکمل کنٹرول اور بھرپور ناکہ بندی کے باجود ایک مسلم ملک کو ایٹمی قوت بننے سے روکا نہیں جا سکا تو نظریے اور فلسفے کے محاذ پر مسلم امہ کو شکست دینا کیسے ممکن ہوگا؟ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ملت اسلامیہ کی عالمی قیادت بھی ان تبدیلیوں کو محسوس کرے اور نئے عالمی حقائق کے ادراک سے پیدا ہونے والی صورت حال سے استفادہ کرنے میں کوتاہی نہ ہو۔

ہم گزارش کریں گے کہ فوری طور پر مسلم سربراہ کانفرنس کا اجلاس طلب کیا جائے جو اقوام متحدہ کے تنظیمی ڈھانچے' انسانی حقوق کے منشور اور اقوام متحدہ کی پالیسیوں کی موجودہ

ترجیحات پر اپنے طور پر نظر ثانی کر کے واضح اور دوٹوک ترامیم اور تجاویز مرتب کرے اور انہیں عالمی ادارے سے تسلیم کرانے کے لیے پورا عالم اسلام متحد ہو جائے کیونکہ اس کے بغیر نئے حالات میں عالم اسلام اپنا عالمی کردار موثر طور پر ادا نہیں کر پائے گا۔

(مطبوعہ روزنامہ اوصاف)

امریکہ، عالمی تجارتی تنظیم اور پاکستان

واشنگٹن (نمائندہ خصوصی) کلنٹن انتظامیہ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کی اس وارننگ کو ناکام بنانے کا سوچ رہی ہے جو امریکہ کا پاکستان کی مچھلیوں کی برآمد پر پابندی کے امریکی قانون کے خلاف ہے۔ پاکستان، بھارت، ملائشیا اور تھائی لینڈ نے سمندری کچھوے کی [illegible] ہوئی تعداد کے تحفظ کے لیے امریکی ماحولیاتی قانون کے خلاف ٹریڈ آرگنائزیشن میں اپیل دائر کی تھی جس نے امریکی قانون کو آرگنائزیشن کے چارٹر سے متصادم پایا۔ اس رولنگ سے ماحولیات کی عالمی تنظیمیں ناراض ہوئیں جبکہ امریکہ اور عالمی تجارتی تنظیم کے مابین ممکنہ محاذ آرائی شروع کرا دی۔ ٹریڈ آرگنائزیشن کے حمایتی اور ماحول سے متعلق صدارتی کمیٹی کے درمیان گھیرے جانے والے امریکی حکام کے بقول وہ اس سلسلے میں کانگریس سے مشورہ کریں گے کہ رولنگ کا کس طرح جواب دینا ہے۔ آرگنائزیشن کے مطابق جو ممالک تجارتی معاہدوں کی پامالی کے مرتکب ہیں، وہ اپنے قوانین تبدیل کر لیں یا متاثرہ ممالک کو معاوضہ ادا کریں۔ ماحولیاتی گروپوں اور دوسرے امریکیوں نے ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے اختیارات پر سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تمام عالمی تنظیمیں تجارت کی بنیاد پر بات کریں تو ماحول کے حق میں کون بولے گا؟

(روزنامہ نوائے وقت، ۱۴ اکتوبر ۹۸ء)

ابو عمار زاہد الراشدی

یہ دہشت گردی نہیں، آزادی کی جنگ ہے

امریکہ بہادر نے بالآخر اسامہ بن لادن کو اپنے حملوں کا نشانہ بنا لیا ہے جو اس امر کا اعتراف ہے کہ واحد سپرپاور ہونے کا دعوے دار ملک اپنے ایک دشمن کو قابو کرنے میں تمام تر وسائل اور اثر ورسوخ استعمال کرنے کے باوجود ناکام رہا ہے اور اب جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر طاقت کے بھونڈے استعمال پر اتر آیا ہے۔ اسامہ پر الزام ہے کہ وہ افریقہ کے دو ملکوں میں امریکی سفارت خانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے اور کچھ دیگر امریکی مراکز کو نشانہ بنانے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ اس لیے امریکہ کے لیے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ وہ تمام تر بین الاقوامی ضابطوں اور مسلمہ اصول وروایات کو ایک طرف رکھتے ہوئے دو آزاد ملکوں کی داخلی حدود میں محض اس شبہ پر نہتے شہریوں کی جانوں سے کھیلے کہ اس کے خیال میں وہاں اسامہ بن لادن موجود ہے یا وہاں امریکی مراکز پر حملہ آور ہونے کے لیے افراد کو تربیت دی جا رہی ہے اور اس کے لیے سامان تیار کیا جا رہا ہے۔

طاقت کی حکمرانی یا جنگل کے قانون کا یہ بے رحمانہ اظہار کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ ہر زمانے کے فرعونوں کا وطیرہ رہا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کبھی کسی فرعون کو اپنے عزائم میں کامیابی نہیں ملی اور ہمیشہ اس کی درندگی اور بربریت کا شکار ہونے والے مظلوم بے بس اور نہتے عوام کو ہی سرخروئی حاصل ہوئی ہے۔ امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے اپنے اس اقدام کا جواز پیش کرنے کے لیے ٹیلی ویژن پر خطاب بھی کیا ہے۔ لیکن اب دنیا اتنی سادہ اور بے خبر نہیں ہے کہ وہ ٹی وی پر امریکہ کے صدر کا چہرہ دیکھ کر مطمئن ہو جائے کہ عزت ماب جو کچھ فرما رہے ہیں، وہی درست ہے بلکہ اب تو ٹی وی کے سامنے بیٹھنے والا اور اخبار پڑھنے والا عام آدمی بھی بال کی کھال اتارنے لگا ہے۔ آج صبح راقم الحروف اخبار پڑھنے کے لیے ساؤتھ آل لندن کے علاقے میں حاجی محمد اشرف خان کی دکان پر گیا تو کچھ حضرات اسی موضوع پر آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک صاحب کا کہنا تھا کہ صدر بل کلنٹن کے اس اقدام کے پیچھے ان کے ذاتی حالات کارفرما ہیں اور انہوں نے اس جنسی سکینڈل سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے جس میں انہیں جیوری کے سامنے وائٹ ہاؤس کی

ایک ملازمہ کے ساتھ جنسی تعلقات کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ جبکہ دوسرے صاحب یہ کہہ رہے تھے کہ اسامہ بن لادن پر دہشت گردی کا الزام لگانے والا امریکہ اور اس کے حواری مغربی ممالک اس حقیقت سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں کہ اس دہشت گردی کا باعث وہ خود ہیں کیونکہ انہوں نے سازش کے تحت عربوں کی زمین یہودیوں کو دلوا کر وہاں اسرائیل قائم کرایا اور اب تک اسے تحفظ فراہم کیے ہوئے ہیں جو اس سارے قضیے کی اصل جڑ ہے۔ پھر امریکہ اور اس کے حواری ممالک مشرق وسطی میں اپنی بے پناہ فوجی قوت کے ساتھ براجمان ہیں اور من مانی کر رہے ہیں اس لیے اس خطہ کے آزادی خواہ لوگوں کے لیے اس کے سوا کون سا راستہ باقی رہ گیا ہے کہ وہ اپنے حقوق اور آزادی کے لیے وہی کچھ کریں جو ان کے بس میں ہو۔ ایک اور صاحب کا تبصرہ تھا کہ اصل بات یہ ہے کہ صدر بل کلنٹن نے خلیج عرب اور دوسرے علاقوں میں یہود نواز پالیسی میں تھوڑی سی لچک پیدا کر لی تھی اور عربوں اور مسلمانوں کو کچھ مراعات دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی جس کی سزا یہودی لابی نے انہیں سیکس سکینڈل کی صورت میں دی۔ اور اب سیکس سکینڈل میں یہودی لابی کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد کلنٹن نے ہتھیار ڈال دیے ہیں اور مسلمان ملکوں پر یہ تازہ حملہ ان کا سجدہ سہو ہے جس کے ذریعہ وہ یہودی لابی کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ انہوں نے پالیسی میں لچک کا خیال ترک کر دیا ہے اور وہ اب بہت سے سابق امریکی صدور کی طرح یہودی لابی کے ہاتھوں مکمل طور پر استعمال ہونے کے لیے تیار ہیں۔ انہیں میں سے ایک صاحب نے کہا کہ ان مغربی حکمرانوں اور دانش وروں سے جب پوچھو تو ان کا موقف یہ ہوتا ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کا جواب دہشت گردی اور انتہا پسندی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے اسباب معلوم کرو' اس کے طرز عمل کا پس منظر دیکھو اور اس کی جڑ تلاش کر کے اس کو ختم کرنے کی کوشش کرو مگر مسلمانوں کے بارے میں ان کا معیار یہ نہیں ہے اور یہ دوسرے کئی معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی مسلمانوں کے لیے الگ معیار رکھتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ امریکی اقدام کے بارے میں عام لوگوں کے تاثرات معلوم کرنے کے لیے کچھ حضرات سے ملاقات کروں گا مگر اسی ایک محفل میں دو تین عام شہریوں کی گفتگو سن کر اندازہ ہو گیا کہ افغانستان اور سوڈان پر امریکہ کے فضائی حملوں کے جواز میں صدر بل کلنٹن کی منطق عام لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکی اور ان میں سے ایک صاحب کے بقول امریکہ نے یہ حملے کر کے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ الٹا نقصان اٹھایا ہے۔

صدر کلنٹن کا کہنا ہے کہ ان کی جنگ اسلام کے خلاف نہیں بلکہ دہشت گردی کے خلاف ہے اور وہ دہشت گردی کے مراکز کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم ان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ "دہشت گردی" کیا ہے؟ کیا کسی کے خلاف ہتھیار اٹھانا مطلقاً دہشت گردی ہے؟ اور کیا اپنی آزادی' خود مختاری اور حقوق کے لیے جابر اور ظالم قوت کو ہتھیار کا جواب ہتھیار کی زبان میں دینا بھی دہشت گردی کہلاتا ہے؟ اگر امریکی صدر کی منطق یہی ہے تو ہم بصد احترام یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ خود امریکہ نے برطانوی استعمار کے تسلط کے خلاف جنگ لڑ کر آزادی حاصل کی تھی اور ہتھیار اٹھا کر برطانوی حکمرانوں کو امریکہ سے بوریا بستر سمیٹنے پر مجبور کیا تھا۔ اس طویل جنگ آزادی میں امریکی حریت پسند بھی اسی طرح برطانوی حکمرانوں کے مراکز کو حملوں کا نشانہ بناتے تھے اور حکمران گروہ کے افراد کو قتل کرتے تھے جن کے ساتھ کئی بے گناہ بھی قتل ہو جایا کرتے تھے۔ تاریخ اٹھا کر امریکہ کی جنگ آزادی کے ان مراحل پر نظر ڈالیے اور ان تمام لوگوں پر "دہشت گرد" ہونے کا الزام عائد کیجئے جو برطانوی استعمار کے خلاف امریکہ کی آزادی کے لیے ہتھیار بکف اور مورچہ زن ہوگئے تھے۔ اور پھر صدر کلنٹن کو یہ یاد دلانے کی شاید ضرورت نہ ہو کہ وہ خود انہی دہشت گردوں کی نسل میں سے ہیں اور ان کے آباؤاجداد میں بھی کوئی نہ کوئی اسامہ بن لادن طرز کا دہشت گرد ضرور رہا ہوگا۔

ہم دہشت گردی کے حق میں نہیں اور اس کی کسی شکل کی حمایت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں لیکن ظالم وجابر قوت کے خلاف اپنی آزادی کے لیے ہتھیار اٹھانے والوں کو دہشت گرد کہنے کے روادار بھی نہیں ہیں۔ صدر کلنٹن کو یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ امریکہ کی سرپرستی میں فلسطین کا علاقہ وہاں کے اصل باشندوں سے چھین کر یہودیوں کے حوالہ کیا گیا اور عالمی رائے عامہ حتیٰ کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے علی الرغم امریکہ ان یہودیوں کی سلطنت کی مسلسل سرپرستی اور پشت پناہی کر رہا ہے۔

امریکہ اور اس کے حواری ممالک فوجی قوت کے بل بوتے پر خلیج میں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں اور تیل کے چشموں پر قبضے کے علاوہ عربوں کے سرمائے کا وحشیانہ استحصال کر رہے ہیں۔

امریکہ کے تسلط کے باعث خلیج عرب کے بیشتر ممالک کے عوام ان شہری آزادیوں' سیاسی وانسانی حقوق سے مسلسل محروم ہیں جن کا وہ خود پوری دنیا میں چیمپئن بنا ہوا ہے۔ اس لیے اگر اسامہ بن لادن یا دیگر عرب حریت پسند اپنی آزادی' خود مختاری اور شہری وانسانی

حقوق کے لیے اپنے اوپر مسلط ظالم وجابر قوت کو ہتھیار کا جواب ہتھیار سے دینے پر مجبور ہوگئے ہیں اور جانیں ہتھیلی پر رکھ کر خلیج عرب سے امریکہ اور اس کے حواری ممالک کی مسلح افواج کی واپسی اور فوجی اڈوں کے خاتمے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ دہشت گردی نہیں بلکہ حریت اور آزادی کی جنگ ہے جو اس خطہ کے عوام کا جائز حق ہے اور صدر کلنٹن کو اسے دہشت گردی کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

(مطبوعہ روزنامہ اوصاف)

سعودی عرب میں امریکی افواج کا زبردستی تسلط

لندن (کے پی آئی) اقوام متحدہ میں سعودی عرب کے سفیر شہزادہ طلال بن عبد العزیز نے کہا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کی یہودی اور عیسائی افواج نے سعودی عرب میں زبردستی ڈیرے ڈال رکھے ہیں جن کا فوری خاتمہ بہت ضروری ہے۔ شہزادہ طلال نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ۱۹۹۰ء کی خلیجی جنگ کے بہانے امریکہ اور برطانیہ کی افواج نے سعودی عرب میں جو ڈیرے ڈالے تھے' وہ آج باعث تکلیف بن چکے ہیں اور سعودی حکومت اس سلسلے میں بے بس اور لاچار ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور برطانیہ کی یہودی اور عیسائی فوجوں نے سعودی عرب میں زبردستی ڈیرے ڈال کر سعودی حکومت کے ساتھ ساتھ سعودی عوام کو بھی مشکلات اور اندیشوں میں ڈال رکھا ہے اور اگر انہیں جانے کے لیے کہا جائے تو یہ پھر بھی نہیں جائیں گے اور اس کی وجہ سب پر عیاں ہے۔ شہزادہ طلال نے کہا کہ سعودی حکمران اس سلسلہ میں بے بسی اور لاچاری کی حالت میں ان پر بے پناہ وسائل ضائع کرنے پر مجبور ہیں۔

(روزنامہ اوصاف' ۲۶ مئی ۹۸ء)

ابو عمار زاہد الراشدی

امریکی جرائم اور شہر سدوم

گوجرانوالہ سے شائع ہونے والے مسیحی جریدہ ماہنامہ ''کلام حق'' نے جنوری ۹۸ء کی اشاعت میں امریکہ کے ایک دانش ور ڈاکٹر جم فال ویل کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ ''اگر خدا نے امریکہ کے گناہ معاف کر دیے تو خدا کو سدوم اور عمورہ سے معافی مانگنا ہوگی'' سدوم اور عمورہ ان پانچ بستیوں میں سے ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کے زمانے میں اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے خدا کے عذاب کا شکار ہوئیں۔ ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی' آگ برسی اور پھر وہ زمین میں دھنس گئیں' آج بحیرہ مردار اسی عذاب الٰہی کی نشانی کی صورت میں سطح زمین پر ان بستیوں کی تباہی کی یاد زندہ رکھے ہوئے ہے۔ سدوم' عمورہ' ادمہ' خبیان اور ضغر نامی ان پانچ بستیوں میں سے صرف ضغر کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس کے کھنڈرات خشکی پر پائے جاتے ہیں جبکہ باقی چاروں بستیاں بحیرہ مردار میں غرق ہو چکی ہیں۔ ان بستیوں کے باشندوں کا قصور کیا تھا؟ قرآن کریم نے اس کا ذکر کرتے ہوئے دو باتوں کی بطور خاص نشاندہی کی ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے اللہ تعالٰی کے پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان پر نازل ہونے والی آسمانی تعلیمات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور دوسری یہ کہ وہ ''ہم جنس پرستی'' کی لعنت کا شکار ہو گئے تھے حتیٰ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کی تباہی کی خبر دینے کے لیے اللہ تعالٰی کے فرشتے آزمائش کے طور پر خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تو پوری قوم ان کے گرد جمع ہو گئی تھی اور اللہ کے معصوم پیغمبر کو اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے بصد حسرت یہ کہنا پڑا تھا کہ الیس منکم رجل رشید؟ ''کیا تم میں سے بات کو سمجھنے والا ایک آدمی بھی نہیں ہے؟'' کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ نسل انسانی کا ایک بڑا حصہ آسمانی تعلیمات سے انکار پر ڈٹا ہوا ہے اور ''ہم جنس پرستی'' کے مادر پدر آزاد کلچر اور ''فری سیکس سوسائٹی'' کا دائرہ پوری دنیا تک وسیع کرنے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس کی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس دو نکاتی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اپنی پوری توانائیاں' وسائل اور صلاحیتیں وقف کر چکا ہے۔

امریکی قوم کی نفسیات کو سمجھنے کے لیے اس کے ماضی پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے اس لیے کہ امریکی ایک قوم نہیں ہیں بلکہ امریکہ کے دریافت ہونے کے بعد یورپ کے مختلف ممالک کے ان مہم جو اور طالع آزما لوگوں نے ادھر کا رخ کیا جو اپنی اپنی سوسائٹیوں پر قناعت نہ کر سکے اور نئے دریافت شدہ براعظم میں جا کر ایک جتھے کی شکل اختیار کر گئے۔ انہوں نے اس خطہ کے اصل باشندوں کو دھکیلتے دھکیلتے "کارنر" کر دیا حتیٰ کہ انہیں ان کی اصل شناخت سے محروم کر کے "ریڈ انڈین" کا مصنوعی نام دے دیا اور آج وہ اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ یہ "ریڈ انڈین" جو اس براعظم کے اصل باشندے ہیں، قومی، سیاسی، تجارتی اور عملی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتے اور سوسائٹی کا جزو معطل بن کر رہ گئے ہیں جبکہ یورپی آباد کاروں نے امریکہ کو اپنی من مانیوں کی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد بوڑھے برطانوی استعمار کو عالمی معاملات پر اپنی گرفت ڈھیلی پڑتی دکھائی دی تو اس نے اس برخوردار کی اٹھتی جوانی کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس کی۔ دوسری جنگ عظیم تک "ریشماں" جوان ہو چکی تھی اور نودریافت شدہ براعظم امریکہ میں یورپی آباد کاروں کا جتھہ ایک منظم قوم کی شکل اختیار کر کے عالمی معاملات سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی پوزیشن میں آ چکا تھا۔ چنانچہ اس نے "ہیرو شیما" اور "ناگا ساکی" پر ایٹم بم گرا کر عالمی سیاست میں اپنی آمد کا اعلان کیا۔ یہ امریکہ بہادر کا پہلا "عالمی تعارف" تھا جس کے بعد یہ نئی عالمی قوت اسی رخ پر آگے بڑھتی چلی گئی۔

امریکہ کا دوسرا عالمی کارنامہ اسرائیل کی سرپرستی ہے جہاں اس نے فلسطینیوں کو ان کے وطن سے بے دخل کر کے "ریڈ انڈین" کا تجربہ دہرانے اور یہودیوں کو وہاں آباد کر کے انہیں ناقابل شکست طاقت کی حیثیت دینے کا برطانوی منصوبہ اپنے ہاتھوں لے لیا اور آج اسرائیل صرف اور صرف امریکہ کی پشت پناہی کی وجہ سے تمام تر اخلاقی، سیاسی اور قانونی تقاضوں کو رد کرتے ہوئے فلسطینیوں کے وطن پر قابض ہے۔ امریکہ کا تیسرا تجربہ "ویت نام" میں گھسنے کا تھا جو بری طرح ناکام ہوا اور "ویت کانگ" نے جس عزیمت و جرات کے ساتھ اپنے وطن کی آزادی کی حفاظت کی، اس کی یاد آتے ہی اب بھی امریکیوں کو جھرجھری آ جاتی ہے۔

امریکہ کو افغانستان میں اس حد تک کامیابی ملی کہ اس کا سب سے بڑا عالمی حریف "سوویت یونین" بکھر گیا جس کے نتیجے میں مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا میں "امریکہ بہادر" کو نئی شکار گاہیں میسر آ گئیں لیکن افغانوں کی یہ حکمت عملی بھی کامیاب رہی کہ انہوں نے

امریکہ کی "فوجیں" قبول کرنے کی بجائے اس کی مالی' سیاسی اور عسکری امداد پر قناعت کر کے میدان جنگ اپنے ہاتھ میں رکھا اور روسی افواج کی واپسی کے بعد مختلف افغان گروپوں کو آپس میں الجھا کر اپنی مداخلت کا راستہ کھلا رکھنے کی امریکی پالیسی کو "طالبان" نے سبوتاژ کر دیا۔ آج امریکہ افغانستان کے حوالے سے حیران و پریشان ہے کہ ایک طرف اسے کابل پر طالبان کی حکومت کو ایران اور چین (سکیانگ) کے خلاف حرکت میں لانے کے امکانات نظر آ رہے ہیں جنہیں وہ ضائع نہیں کرنا چاہتا اور دوسری طرف افغانستان میں طالبان کا واحد قوت کے طور پر آگے بڑھنا اور بے لچک اسلامی نظریاتی ریاست کا قیام اس کے لیے کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے اور وہ اقوام متحدہ کو آگے کر کے طالبان کو ان دو اہداف سے محروم کرنے کے لیے پورا زور صرف کر رہا ہے۔ امریکہ کا تازہ شکار عراق ہے جسے وہ "ایٹمی قوت" بننے کی کوشش کرنے کی سزا دے رہا ہے اور اسرائیل کے ہاتھوں اس کی ایٹمی تنصیبات تباہ کرانے کے بعد سے مسلسل ایسے اقدامات میں مصروف ہے کہ عراق یا خلیج کا کوئی بھی ملک اسرائیل کے لیے فوجی خطرہ نہ بن سکے۔ امریکہ اس صورتحال کو خلیج میں اپنی فوجی موجودگی کا جواز بنانے کے لیے بھی استعمال کر رہا ہے تا کہ تیل کے چشموں پر اس کا کنٹرول قائم رہے اور ان مقاصد کے لیے اسے نہ صرف خلیج کی بادشاہتیں اور آمریتیں قبول ہیں بلکہ اسے اس خطہ کے عوام کے لیے ووٹ کا حق' رائے کی آزادی اور دیگر سیاسی و شہری حقوق بحال کرانے سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں اس بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ لاہور میں امریکہ کے سابق قونصل جنرل مسٹر رچرڈ مکی نے ایک ملاقات میں بتایا کہ وہ سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض میں بھی سفارتی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں تو راقم الحروف نے ان سے دریافت کیا کہ کیا وہاں بھی انہوں نے "شہری حقوق" کے لیے کبھی بات کی ہے؟ اس پر مسٹر رچرڈ مکی نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا کہ "وہاں کون ایسی بات کر سکتا ہے؟" اور لطف کی بات یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے' زانی کو سنگسار کرنے' قاتل کو قصاص میں کھلے بندوں قتل کرنے اور شرابیوں کو کوڑے مارنے کی جو شرعی سزائیں افغانستان میں امریکہ کے نزدیک "بنیاد پرستی" "رجعت پسندی" اور "تہذیب دشمنی" کی علامت قرار پاتی ہیں' سعودی عرب میں انہی سزاؤں کے نفاذ اور ان پر عملدرآمد پر امریکہ کو کوئی تکلیف نہیں۔ بات کچھ لمبی ہو گئی ہے لیکن گفتگو جب امریکی جرائم کے حوالہ سے ہو رہی ہے تو چند بڑے بڑے جرائم کا مختصر تذکرہ ضروری تھا۔

امریکہ اور اس کے "ددھیال" یورپ کے داخلی معاشرتی جرائم کی فہرست اس سے

کہیں زیادہ طویل ہے جہاں عصمت اور عزت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی' خاندانی سسٹم بکھر کر رہ گیا ہے' رشتوں کا تقدس پامالی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے' اولاد کے دھتکارے ہوئے بوڑھوں کے لیے "اولڈ پیپلز ہوم" کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے' ان بیاہی ماؤں اور نامعلوم باپوں کی اولاد کا تناسب بڑھتا جا رہا ہے' "ہم جنس پرستی" حقوق میں شمار کی جانے لگی ہے جس کے لیے باقاعدہ مظاہرے ہوتے ہیں اور قانون سازی کی جاتی ہے' چوری اور ڈکیتی کی وارداتوں کے پچھلے سب ریکارڈ ٹوٹ چکے ہیں اور آسمانی تعلیمات سے انحراف بلکہ انکار اور ان کا تمسخر اڑانے کی روش نے مہذب ہونے کی علامت کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ان حالات میں اگر ڈاکٹر جم فال ویل نے امریکہ کے گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے سدوم اور عمورہ کا حوالہ دینا ضروری سمجھا ہے تو یہ کوئی خلاف واقعہ بات نہیں ہے۔ امریکہ آج کی دنیا میں سدوم اور عمورہ کے کلچر کا ہی نمائندہ ہے اور اگر اس نے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہ کی تو اسے سدوم اور عمورہ جیسے انجام سے کوئی نہیں بچا سکے گا اس لیے کہ فطرت کے قوانین سب کے لیے یکساں ہوتے ہیں اور ان میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

(مطبوعہ روزنامہ اوصاف)

افغانستان پر میزائلوں کے حملہ کا اصل مقصد اسامہ بن لادن کو ہلاک کرنا تھا

ریاض (کے پی آئی) امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن نے اعتراف کیا ہے کہ ۲۰۔ اگست کو افغانستان پر میزائلوں کے حملوں کا اصل مقصد مسلم کمانڈر اسامہ بن لادن کو ہلاک کرنا تھا لیکن میزائلوں کی بارش کے باوجود اسامہ بن لادن امریکہ کو دھوکہ دینے میں کامیاب رہا۔ لیکن امریکہ اسامہ بن لادن کے تعاقب میں ہے اور اسے جب بھی موقع ملا' اسامہ بن لادن کو ہلاک کرنے سے باز نہیں رہے گا۔ امریکی وزیر دفاع نے یہ اعتراف سعودی عرب کے دار الحکومت کے قریب امریکی فوج کے اڈے پر فوجیوں سے خطاب کے دوران کیا۔

(روزنامہ نوائے وقت' ۱۸ اکتوبر ۹۸ء)

سی ٹی بی ٹی اور ایٹمی صلاحیت

دفتر خارجہ کے ترجمان نے ہفتہ وار پریس بریفنگ کے دوران کہا ہے کہ سی ٹی بی ٹی ایک نکاتی معاہدہ ہے جس کے تحت جوہری تجربات نہیں کیے جا سکیں گے البتہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے پاکستان کی ایٹمی صلاحیت متاثر نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کا مقصد ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنا ہے۔

اب تک وطن عزیز میں ہر فورم پر سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے بحث کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ جائزہ لینا ہوگا کہ اس معاہدے کی نوعیت اور اغراض ومقاصد کیا ہیں اور یہ ہمارے قومی مفادات کے ساتھ کس قدر ہم آہنگ ہو سکتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ معاہدہ عالمی امن وسلامتی کی ضمانت فراہم کرنے سے قاصر ہے کیونکہ مسلمہ جوہری طاقتوں کی طرف سے کیے جانے والے اڑھائی ہزار کے قریب ایٹمی دھماکوں کے نتیجے میں تباہ کن ایٹمی ہتھیاروں کے جو وسیع ذخائر وجود میں آئے ہیں' ان کی وجہ سے عالمی امن اور انسانیت کے وجود کو حقیقی خطرہ درپیش ہے۔ کرہ ارض پر قیام امن کی خاطر ان ایٹمی ذخائر کا خاتمہ ضروری ہے لیکن اس معاہدے میں اصل معاملے کو پس پشت ڈالتے ہوئے سارا زور تجرباتی ایٹمی دھماکوں کے خلاف صرف کیا گیا ہے۔

امریکہ اور دیگر مغربی ایٹمی طاقتوں کا یہ طریقہ واردات رہا ہے کہ جب وہ اسلحہ سازی سمیت کسی بھی شعبے میں ایک خاص سطح کی ٹیکنالوجی وضع کر لیتی ہیں تو وہ اسے جدید تر بنانے سے قبل بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعے پہلی والی متروک ٹیکنالوجی یا اس کے نتیجے میں بنائے جانے والے ہتھیاروں کو ممنوع قرار دینے کا انتظام وانصرام کرتی ہیں۔ سی ٹی بی ٹی کا حقیقی مقصد بھی دراصل ایسا ہی انتظام وانصرام کرنا ہے۔ چونکہ امریکہ اور دیگر مغربی ایٹمی طاقتیں ایٹمی ٹیکنالوجی کے شعبے میں ایک ایسی سطح پر پہنچ چکی ہیں جہاں ان کے لیے ایٹمی دھماکوں کی قطعی طور پر کوئی ضرورت باقی نہیں رہی اس لیے انہوں نے جوہری ہتھیار سازی کے لیے جدید ترین ذرائع دریافت کر لیے ہیں جن کے باعث اب وہ دھماکے کیے بغیر بھی ایٹمی ہتھیار تیار کر سکتے ہیں اور ان کی کارکردگی جانچ سکتے ہیں۔ امریکہ اور اس کی اتحادی مغربی جوہری طاقتیں یا ان کی ایٹمی صلاحیت اب چونکہ ”ٹیسٹ ٹیکنالوجی“ کی محتاج نہیں رہی

اس لیے وہ سی ٹی بی ٹی کے ذریعے اپنے سوا باقی اقوام کے لیے "ٹیسٹ ٹیکنالوجی" کو ممنوع قرار دینا چاہتی ہیں۔

ہمارے ہاں ایک نکتہ نظر یہ ہے کہ اب ہم نے ایٹمی دھماکے کر لیے ہیں اور جوہری صلاحیت حاصل کر لی ہے لہٰذا سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ نکتہ نظر انتہائی یک طرفہ اور سی ٹی بی ٹی کے اصل عزائم سے پوری طرح باخبر نہ ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ سی ٹی بی ٹی کا اصل مقصد پاکستان جیسے ملکوں کو ایٹمی ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی حاصل کرنے سے روکنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سی ٹی بی ٹی میں صرف ان تجربات پر پابندی عائد کی گئی ہے جو زمین' زیر زمین یا فضا میں کیے جائیں جبکہ لیبارٹری میں کیے جانے والے تجربات' لیزر کی مدد سے بند چار دیواری میں تھرمو نیو کلیئر اور ہائیڈرو نیو کلیئر تجربات یا Simulation کے ذریعے ہتھیار سازی کے مقصد کے تحت کیے جانے والے تجربات پر سی ٹی بی ٹی کا سرے سے اطلاق نہیں ہوتا اس لیے کہ مذکورہ بالا تجربات کی صلاحیت صرف اور صرف ترقی یافتہ مغربی جوہری طاقتوں کے پاس ہے۔ اس طرح سے یہ معاہدہ جہاں ایک طرف امریکہ اور ترقی یافتہ مغربی ممالک کی بالادستی قائم کرنے کے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے تو دوسری طرف پاکستان اور عالم اسلام کے علاوہ غیر مغربی دنیا کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے لیے ہے۔ امریکہ اور مغرب کو اپنے مفادات کے تحفظ کا پورا پورا حق حاصل ہے لیکن اہم ترین سوال یہ ہے کہ کیا ہم بھی اپنے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں؟

سی ٹی بی ٹی میں ایٹمی تجربات کو روکنے اور ایٹمی صلاحیت کو زیر نگرانی رکھنے کے لیے جو بندوبست تجویز کیا گیا ہے' اس کے تحت نگرانی کا سارا عمل انتہائی جانبدار اور مشکوک قرار پاتا ہے۔ سی ٹی بی ٹی کے تحت مجوزہ بندوبست میں امریکی خلائی سیاروں اور ترقی یافتہ مغربی ممالک کے جاسوسی کے "قومی ذرائع" کو نگرانی کے قانونی ذرائع قرار دیا گیا ہے۔ اور اس طرح پاکستان جیسے ممالک کے خلاف جاسوسی اور سراغ رسانی کے عمل کو باقاعدہ قانونی شکل دے دی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں اس قانون پر دستخط کر دینے چاہئیں جس کے تحت نگرانی کا جانبدار نظام ہمیں کسی بھی وقت ناکردہ گناہوں کی پاداش میں لائق تعزیر قرار دینے لگے؟ امریکہ اور مغربی ممالک کے جاسوسی کے "قومی ذرائع" کو اپنے خلاف گواہ تسلیم کر لینے کے بعد کیا ہم اپنے ہاتھ کاٹ نہیں دیں گے؟ سی ٹی بی ٹی میں موقع پر معائنہ سے متعلق جو دفعات شامل ہیں' وہ انتہائی خطرناک اور وطن عزیز کی سلامتی وحاکمیت کے سراسر

منافی ہیں۔ اس معاہدے میں "جبری معائنہ" کی شق بھی شامل ہے جس کا فیصلہ ایگزیکٹو کونسل کے ۳۰ ووٹوں سے کیا جائے گا اور یہ بات واضح ہے کہ امریکہ کے لیے ۳۰ ووٹ جمع کرنا کوئی مسئلہ نہیں۔

فیصلہ کن لمحہ آ چکا ہے۔ پاکستان کی جوہری صلاحیت وطن عزیز کے دفاع' سلامتی اور آزادی کے تحفظ کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ جبکہ اس کے پر امن استعمالات پر بھی ہمارا اتنا ہی حق ہے جتنا امریکہ سمیت کسی بھی ترقی یافتہ مغربی ملک کا۔ اگر ہم بحیثیت قوم اپنی ایٹمی صلاحیت کو جاری رکھتے ہوئے اسے مزید ترقی دینا چاہتے ہیں تو ہمیں سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں سے انکار کرنا ہوگا' بصورت دیگر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے قبل یہ سوچ لینا ہوگا کہ ایسا کرنا نہ صرف دفاعی مقاصد کے لیے بھی جوہری صلاحیت سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے بلکہ اس کے نتیجے میں جوہری توانائی کے پرامن استعمال کو ترقی دینے کا عمل بھی جاری نہیں رکھا جا سکے گا۔

(اداریہ روزنامہ اوصاف' ۱۲ ستمبر ۹۸ء)

ٹائمس آف انڈیا (۲۹ مارچ ۱۹۸۷ء) کے ساتھ ایک ضمیمہ میں مشہور انگریزی صحافی خوشونت سنگھ سے لیے جانے انٹرویو میں ایک سوال وجواب یہ ہے :

سوال : آپ میڈیا کے ایک آدمی ہیں۔ ایسا کیوں ہے کہ آپ ٹیلی ویژن کے اس قدر مخالف ہیں جیسا کہ آپ نے ایک بار اپنے مستقل کالم میں لکھا تھا؟

جواب : جی ہاں' میں اپنے ٹیلی ویژن دیکھنے کے خلاف ہوں۔ بمبئی میں میرے مکان میں ایک ٹیلی ویژن سیٹ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں کسی بھی دوسری چیز پر اپنے ذہن کو لگا نہیں پاتا تھا۔ میں بس ٹی وی کا بٹن دبا دیتا اور جو کچھ اس پر آتا اس کو دیکھتا رہتا' خواہ وہ کتنا ہی بے معنی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ میں نے ٹیلی ویژن کمپنی سے کہا کہ وہ اس کو واپس لے جائے کیونکہ میں لکھنے پڑھنے کو زیادہ پسند کرتا تھا۔

مسٹر ٹالبوٹ! آپ تاریخی حقائق کو مسخ نہیں کر سکتے

پاکستان نے امریکہ پر واضح کر دیا ہے کہ مسئلہ کشمیر حل کیے بغیر جنوبی ایشیا کو کشیدگی سے پاک کرنے' جوہری عدم پھیلاؤ اور پاک بھارت تعلقات کو معمول پر لانے کی کوششیں ماضی کی طرح پھر ناکامی سے دوچار ہوں گی۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے حوالے سے شروع ہونے والے پاک امریکہ مذاکرات میں امریکی نائب وزیر خارجہ سٹروب ٹالبوٹ نے کہ ہے کہ امریکہ پاکستان کی سلامتی کے مسائل سے بخوبی واقف ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جوہری ہتھیاروں کی بجائے مضبوط معاشی ڈھانچہ ہی اس کی سلامتی اور بقا کا ضامن ہے۔ ذرائع کے مطابق امریکی وفد نے پاکستان کو جوہری پروگرام رول بیک کرنے کے لیے بھی کہا ہے۔

امریکیوں کو معلوم ہے کہ پاکستان کسی بھی حالت میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کرے گا اور نہ ہی اپنا ایٹمی پروگرام رول بیک کرے گا۔ اس کے باوجود وہ "اتمام حجت" اس لیے کر رہے ہیں تا کہ دنیا بھر سے پاکستان پر اقتصادی پابندیاں لگوانے کا مضبوط جواز فراہم ہو سکے۔ امریکی اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ اس خطے میں پاکستان کی حیثیت ہمیشہ دفاعی نوعیت کی رہی ہے اور اس نے کبھی بھی جارحانہ پن کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس کے بالمقابل بھارت نے ہمیشہ جارحیت کا راستہ اپنایا اور پاکستان کی سلامتی کے لیے خطرات پیدا کیے۔ حالیہ ایٹمی دھماکوں میں بھی پہل بھارت کی طرف سے ہوئی اور پاکستان نے بھارت کی طرف سے آزاد کشمیر پر قبضے کی دھمکیوں اور اس کے جارحانہ عزائم کے بعد اپنا ایٹمی آپشن استعمال کیا۔ امریکی اتنے بھولے بھی نہیں کہ جارحیت اور مدافعت میں واقع فرق کو نہ سمجھ سکیں۔ اخلاقیات کا تقاضا تو یہ تھا کہ بھارت پر پاکستان سے زیادہ کڑی اور سخت پابندیاں عائد کی جاتیں کیونکہ ایٹمی جن کو بوتل سے باہر نکالنے کا کارنامہ پہلے اس نے انجام دیا تھا اور اگر وہ یہ خطرناک جسارت نہ کرتا تو پاکستان کبھی بھی ایٹمی دھماکے کرنے کا رسک نہ لیتا لیکن روز روشن کی طرح عیاں اس حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود امریکہ پاکستان اور بھارت کو ایک ہی لاٹھی سے ہانک رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بھارت پر عائد کی جانے والی امریکی پابندیاں محض نمائشی ہیں اور امریکہ جانتا ہے کہ بھارت کو ان پابندیوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا جبکہ پاکستان کے لیے یہ پابندیاں اس لیے خطرناک ہیں کہ اس کی معیشت کا تمام تر دارومدار بیرونی

امداد اور قرضوں پر ہے۔

امریکہ بھارت گٹھ جوڑ اب راز نہیں رہا۔ مسٹر ٹالبوٹ جس "سپرپاور" کے نمائندے بن کر پاکستان آئے ہیں، وہی طاقت پاکستان اور بھارت کے درمیان شروع ہونے والی ایٹمی دوڑ کی ذمہ دار ہے۔ ۱۹۷۴ء کے بھارتی ایٹمی دھماکے کے بعد امریکی پالیسی سازوں کا تمام زور اسلامی ممالک خصوصاً" پاکستان کو ایٹمی طاقت حاصل کرنے سے روکنے پر صرف ہوتا رہا ہے جبکہ اس عرصے میں امریکہ سمیت دیگر مغربی ممالک بھارت کی ایٹمی صلاحیت میں عملاً مددگار بنے رہے ہیں۔

مسٹر ٹالبوٹ! آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں بھارت کو یورینیم افزودہ کرنے، ایٹمی فیول حاصل کرنے اور بھاری پانی بنانے کے دو پلانٹ آپ ہی کے ملک نے فراہم کیے تھے۔ آپ کو یہ بات بھی نہیں بھولی ہوگی کہ کینیڈا کی طرف سے فراہم کیے جانے والے ریکٹر کو کامیابی سے چلانے کے لیے آپ ہی کے ملک نے بھارت کو ۲۱ ٹن بھاری پانی بغیر کسی شرط اور حفاظتی اقدامات کے فراہم کیا تھا اور یہ تاریخی حقیقت بھی آپ کے دماغ سے محو نہیں ہوئی ہوگی کہ اس ضمن میں بھارت کو خود کفیل بنانے کے لیے آپ ہی کے ملک نے بھاری پانی کا تجرباتی ریکٹر "تحفتاً" دیا تھا۔ مسٹر ٹالبوٹ! بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ مزید سنئے۔ یہ امریکہ ہی تھا جس نے تارا پور کے ایٹمی پلانٹ کے لیے ہلکے پانی کے دو مکمل ریکٹر بھارت کو دیے تھے اور ان دونوں ریکٹروں کی ۱۱۸ ملین ڈالر کی قیمت بھی آپ ہی کے ملک کی بین الاقوامی ترقیاتی ایجنسی (IDA) نے خود ادا کی تھی۔

مسٹر ٹالبوٹ! آپ کہتے ہیں کہ آپ کا ملک جنوبی ایشیا میں پائیدار امن کا خواہاں ہے۔ یہ کیسی امن پسندی ہے کہ ایک طرف تو آپ بھارت کے ایٹم بم کے تمام لوازمات فراہم کرتے ہیں اور دوسری طرف پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرانے کے لیے طرح طرح کے لالچ دیتے ہیں۔ آپ کے ان اقدامات کو اگر پاکستانی اپنے خلاف سازش نہ سمجھیں تو اور کیا سمجھیں؟ آپ کچھ بھی کہتے رہیں لیکن تاریخ میں جو حقائق درج ہو چکے ہیں، آپ ان کو مٹا سکتے ہیں نہ مسخ کر سکتے ہیں۔ کیا یہ بھی ایک تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ آپ کے ملک نے بھارت کو دو مکمل ریکٹر فراہم کرنے کے بعد اس سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ اگلے تیس سال تک بھارت کو افزودہ یورینیم رعایتی نرخوں پر فراہم کرے گا۔ اس یورینیم کے لیے جس کی قیمت ۱۵ ملین ڈالر کے قریب بنتی ہے، آپ ہی کے ملک نے قرضہ بھی ایک فیصد سے کم شرح سود پر دینا منظور کیا تھا اور اس قرضے کی ادائیگی میں بھی دس سال کے لیے موخر کر دی

تھی۔

مسٹر ٹالبوٹ! آپ تاریخی سچائیوں سے منہ نہیں موڑ سکتے۔ پاکستان کی سلامتی کو آج جتنے بھی خطرات لاحق ہیں' یہ سب آپ ہی کا کیا دھرا ہے۔ آپ لوگوں نے ہی بھارت کے لیے ایٹم بم اور ایٹمی اسلحے کے حصول کے لیے راستہ ہموار کیا۔ آپ کا ملک اگر بھارت کو ری پروسیسنگ پلانٹ فراہم نہ کرتا تو بھارتی سائنس دان استعمال شدہ ایٹمی فضلے سے پلاٹینیم کیسے حاصل کرتے؟

مسٹر ٹالبوٹ! آپ ہمیں اپنا پرامن ایٹمی پروگرام جسے اس ملک کے عوام نے اپنے گاڑھے خون پسینے کی کمائی سے برقرار رکھا' رول بیک کرنے کے لیے کہتے ہیں لیکن کس منہ سے؟ آپ کا ملک تو بھارت کے ایٹمی پروگرام کی ترقی اور توسیع کے لیے اتنا سرگرم تھا کہ قیمتی تین ایٹمی پلانٹوں کی خرید کے لیے اس نے انتہائی آسان شرح پر بھارت کو حکومتی قرضے فراہم کیے۔ تحقیقی گرانٹس دیں اور ٹریننگ پروگرام کے تحت ۱۳۰۰ بھارتی سائنس دانوں کو اپنے سب سے بہترین ایٹمی اداروں میں تربیت فراہم کی۔ ۱۹۷۴ء میں جب بھارت نے اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ کیا تو آپ کے ملک نے آسمان سر پر اٹھا لیا محض دنیا کو یہ دکھانے کے لیے کہ آپ لوگ ایٹمی عدم پھیلاؤ پر یقین رکھتے ہیں' لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ آپ ہی کے ملک نے بھارت کو اس قابل بنایا تھا کہ وہ ۱۹۷۴ء میں پہلا ایٹمی دھماکہ کر سکے؟ ۱۹۶۹ء میں جب آپ کے ملک نے بھارت کو تارا پور کا ایٹمی پلانٹ دیا تھا تو ۱۹۷۳ء تک ۱۵۰ ٹن یورینیم بھی فراہم کیا تھا۔

مسٹر ٹالبوٹ! آپ کا ملک وہ ہاتھی ہے جس کے کھانے کے دانت اور' اور کھانے کے اور ہیں۔ آپ کے ملک نے ۱۹۷۴ء کے ایٹمی دھماکے کے بعد بظاہر بھارت کو افزودہ یورینیم کی سپلائی معطل کی لیکن آپ ہی کے ملک کی جو دستاویزات سامنے آئی ہیں' ان کے مطابق آپ لوگ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۰ء کے درمیان بھارت کو ۱۵ ٹن سالانہ کے حساب سے افزودہ یورینیم فراہم کرتے رہے۔ ۱۹۸۰ء میں کانگریس کے ایک قانون کے تحت جب آپ کا ملک اس "نیک کام" کی انجام دہی سے محروم ہو گیا تو اس نے فرانس کو آگے کر دیا جو ۱۹۹۳ء تک اس "نیک کام" کی انجام دہی میں برابر مشغول رہا۔ یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ بھارت نے جب ایٹمی دھماکہ کیا تو فرانس کے ایٹمی انرجی کے سربراہ نے اسے مبارکباد کا پیغام بھیجا اور ساتھ ہی یہ پیشکش کی کہ فرانس بھارت کو نئی طرز کے تیز ترین ریکٹر دے سکتا ہے جس سے اس کے لیے پلاٹینیم کا حصول مزید آسان ہو جائے گا۔

مسٹر ٹالبوٹ! آپ کے ملک کو اسلامی ممالک کے ساتھ خدا واسطے کا بیر ہے۔ آپ کو پاکستان کا ایٹمی پروگرام محض اس لیے تکلیف دیتا ہے کہ یہ ایک اسلامی ملک کا ایٹمی پروگرام ہے۔ عالم اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف آپ لوگوں کی دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ آپ کے ملک کی تمام تر پالیسیوں کا محور ومقصد یہ ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک کو کمزور سے کمزور تر اور کفریہ طاقتوں کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے۔ پاکستان کے اندر آپ کا ملک اس حد تک بدنام ہو گیا ہے کہ اب لوگ آپ سے امداد لینے کے بجائے پیٹ پر پتھر باندھنے اور گھاس کھانے کی باتیں کرتے نظر آرہے ہیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر ہمارے حکمران آپ لوگوں کے چنگل سے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیں اور آپ کے لیے اپنے دروازے بند کر دیں تو پھر ہر پاکستان اقتصادی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کر لے گا اور مشکل سے مشکل ترین صورتحال میں بھی اف نہیں کہے گا۔

(اداریہ روزنامہ اوصاف ۲۳ جولائی ۹۸ء)

حقوق کی بھیک، مطالبات کی بھیک، تحفظ کی بھیک ..... کبھی اس پارٹی کے دروازے پر، کبھی اس پارٹی کے دروازے پر ..... کبھی اس وزیر کے در پر، کبھی اس وزیر کے در پر، ..... ہم نے سوچا، غور کیا؟ ..... کیا یہ سب اسی ذمہ داری سے غفلت کا نتیجہ تو نہیں جو پروردگار عالم نے ہمارے سپرد کی تھی اور ہمیں خیر امت کے لقب سے نوازا تھا..... اللہ کی اس کائنات میں ایک قانون ہے اور کوئی چیز اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ یہاں ہر کارآمد چیز رہتی ہے اور بیکار چیز اپنا وجود کھو دیتی ہے ..... اگر ہماری صلاحیتیں یوں ہی بیکار رہیں تو اے مرد مومن تو اپنا وجود کھو دے گا۔ تیرا وجود تیرے مقصد وجود سے وابستہ ہے اور تیرا مقصد وجود اخرجت للناس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اسلام اپنے فکر، اپنے نظریات اور اپنے عقائد کے اعتبار سے خود اتنا مضبوط، اتنا مستحکم اور اتنا جاندار ہے کہ اس کا راستہ روکنے سے رک نہیں سکتا۔ اسلام ہوا کا خوشگوار جھونکا اور پانی کا دھارا ہے۔ پانی پر بند باندھو گے، بجلی بن جائے گا۔ ہوا کو بند کرو گے، طاقت بن جائے گی۔ جتنا دباؤ گے، اتنا ابھرے گی۔ جب اسلام طاقتور ہے تو اس سے وابستگی کمزور کو طاقتور بناتی ہے۔ جتنا ہم اس سے وابستہ ہوں گے، ہماری طاقت بڑھے گی۔ جتنا دور ہوں گے، کمزوری آئے گی۔

پاکستان کے بارے میں امریکی وزارت خارجہ کی رپورٹ

لاہور (خصوصی نامہ نگار) امریکی محکمہ خارجہ نے پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال کے بارے میں رپورٹ برائے سال ۱۹۹۵ء جاری کر دی ہے جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ پاکستان میں عدلیہ آزاد نہیں۔ آئین کے تحت عدلیہ کو آزاد ہونا چاہئے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ صدر کے پاس ججوں کے تبادلوں اور ایڈ ہارک تقرریوں کا اختیار ہے جس کے باعث انتظامیہ سپریم کورٹ، ہائیکورٹ اور نچلی عدالتوں پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں یہ روایت بن چکی ہے کہ سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے ججوں کو ایک سال کے لیے ایڈ ہاک بنیادوں پر مقرر کیا جاتا ہے اور بعد میں مستقل کیا جاتا ہے۔ قانونی ماہرین کے خیال میں ایڈ ہاک بنیادوں پر مقرر ہونے والے جج مستقل ہونے کے لیے حکومت کی مدد کرتے ہیں۔ ریٹائرڈ وکیل انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کے جج بنا دیے گئے ہیں جن کی خدمات کنٹریکٹ پر حاصل کی جاتی ہیں۔ انہیں بھی مستقل ہونے کے لیے حکومت کے پسندیدہ فیصلے دینے پڑتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے اپوزیشن کے ایم این اے کی درخواست ضمانت مسترد کر دی حالانکہ عام طور پر نچلی عدالتیں اس قسم کے مقدمات میں ضمانت لے لیا کرتی ہیں۔ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء کو بینکنگ کورٹ کے سپیشل جج میاں قربان صادق اکرام کو محض اس لیے ہٹا دیا گیا کہ ایک دن پہلے انہوں نے اپوزیشن لیڈر میاں نواز شریف کی عبوری ضمانت منظور کر لی تھی۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اپوزیشن لیڈر اور ان کے خاندان کے افراد کے خلاف بہت سے مقدمات بنا دیے گئے ہیں۔ رپورٹ میں انسانی حقوق کی صورتحال پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کراچی میں جعلی پولیس مقابلوں کا ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ۱۹۹۵ء میں جعلی پولیس مقابلوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ مجموعی طور پر گزشتہ سال کراچی میں ۱۸۰۰ افراد جبکہ ۵۰۰ پولیس والے قتل ہوئے۔ جعلی پولیس مقابلوں میں الطاف گروپ اور حقیقی گروپ دونوں کے کارکن قتل ہوئے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ الطاف حسین کے بھائی اور بھتیجے کو وزیر اعلیٰ سندھ کے بھائی کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے مارا گیا۔ پولیس ذرائع کا کہنا ہے کہ عدالتیں مجرموں کو سزا نہیں دیتیں اس لیے انہیں مارنا پڑتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق الطاف گروپ اور حقیقی گروپ دونوں ایک دوسرے کے کارکنوں کے قتل میں ملوث ہیں۔

رپورٹ میں حقیقی گروپ پر الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے الطاف گروپ کی سات عورتوں کے ساتھ زیادتی کی۔ پنجاب میں بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ کشیدگی اور دہشت گردی کے بعض واقعات پر بھی تشویش ظاہر کی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں حکومت اور پرائیویٹ گروپوں کی طرف سے اخبارات کو پابند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود آزاد اخبارات کو کنٹرول نہیں کیا جا سکا۔ حکومت نیوز پرنٹ اور اشتہارات کے کوٹے کے ذریعے اخبارات کی ادارتی پالیسی پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں صحافیوں کو رشوت دے کر حمایت حاصل کرتی ہیں۔ مختلف سیاسی جماعتوں کی طرف سے صحافیوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے ڈرایا جاتا ہے اور حکومت صحافیوں کو گرفتار بھی کرتی ہے۔ ۷ جون کو ایف آئی اے نے ایک صحافی ظفریاب احمد کو گرفتار کر کے ان پر بغاوت کا مقدمہ بنا دیا۔ انہیں لاہور ہائیکورٹ نے ضمانت پر رہا کیا اور مقدمہ ابھی تک زیر سماعت ہے۔ کراچی کے جریدے نیوز لائن کی ایڈیٹر رضیہ بھٹی کو گورنر سندھ کے خلاف ایک مضمون شائع کرنے پر پولیس نے تنگ کیا۔ سپاہ صحابہ نے اسلام آباد میں بی بی سی کے دفتر پر حملہ کیا۔ اسلامی جمعیت طلبہ نئے سال کی تقریبات پر حملہ کرتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان کے تعلیمی اداروں میں اسلامیات لازمی مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ غیر مسلموں کے لیے اسلامیات پڑھنا ضروری نہیں ہے لیکن بعض تعلیمی اداروں میں غیر مسلم طلباء کو اسلامیات زبردستی پڑھائی جاتی ہے۔ رپورٹ میں قادیانیوں کے ساتھ ہونے والی مبینہ زیادتیوں کا بار بار ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قادیانیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہیں مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنے کی اجازت نہیں۔ ۱۹۹۵ء میں ۱۵ دفن شدہ قادیانیوں کی لاشیں قبروں سے باہر نکال لی گئیں۔ قادیانیوں کا فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے پاسپورٹ جاری نہیں کیا جاتا۔ ان پر توہین رسالتؐ کے مقدمات بنا دیے جاتے ہیں۔ توہین رسالت کے قانون کا ناجائز استعمال ہوتا ہے۔ اپریل ۱۹۹۵ء میں مظفر گڑھ کی ایک لیڈی سکول ٹیچر کیتھرین شاہین پر توہین رسالت کا الزام لگا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ الزام پیشہ ورانہ رقابت کا نتیجہ تھا۔ رپورٹ کے مطابق حکومت نے مسلم لیگ (ن) کے چار ارکان قومی اسمبلی اور ایک سینٹر اور سندھ اسمبلی کے گیارہ ارکان پیش کر دیے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو ان کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔ چائلڈ لیبر کے قوانین پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ رپورٹ کے مطابق صنعتی تعلقات کے قانون ۱۹۶۹ء کے تحت ایکسپورٹ پروسیسنگ زون میں مزدوروں کو یونین سازی اور ہڑتال سے روکا جا سکتا ہے۔ یہ قوانین آئی ایل او سے متصادم

ہیں۔ آئی ایل او نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اساتذہ کو ریلوے، ٹیلی ویژن اور ریڈیو میں یونین سازی کا حق دیا جائے۔

(روزنامہ پاکستان، لاہور، ۷ مارچ ۹۸ء)

امریکی معیشت کا مخدوش مستقبل

واشنگٹن (اپ ب) امریکہ میں خزانے کے محکمے فیڈرل ریزرو کے چیئرمین ایلن گرینزپان نے اخبارات پر الزام لگایا ہے کہ وہ امریکہ کی معیشت کو مایوس کن قرار دے کر ایسا تاثر پھیلا رہے ہیں جیسے معیشت کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور حکومت گھر جانے والی ہے تاہم انہوں نے تصدیق کی کہ سرمایہ داروں کے خوف کی وجہ سے حالیہ چند ہفتوں کے دوران اور امریکہ دنیا کے دیگر حصوں میں کھربوں ڈالر منڈی سے غائب ہو چکے ہیں۔ سٹاک مارکیٹ میں بھی بحران کے باعث ڈیڑھ ارب ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے۔ ایلن گرینزپان نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اس کا امریکہ کے اندر کاروبار اور عام آدمی پر کیا اثر پڑے گا۔ یہ ایسا وقت ہے جب ہمیں اقتصادی حوالے سے نہایت محتاط اقدامات کرنے پڑیں گے۔ انہوں نے یہ اعتراف بھی کیا کہ اگست کے بعد سے عالمی سطح پر سٹاک مارکیٹ کے بحران اور قرضوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے امریکہ کی معیشت کافی حد تک کمزور ہو چکی ہے۔ رپورٹ کے مطابق عالمی بینک اور آئی ایم ایف کے اجلاس اور دنیا بھر کے وزیر خزانہ کے اجلاس ایشیا، روس اور لاطینی امریکہ کے اقتصادی بحران کے حل تلاش کیے بغیر ختم ہو جانے کا امکان ہے۔ ایلن گرینزپان نے تجویز پیش کی کہ امریکہ کی معیشت کو سنبھالا دینے کے لیے شرح سود مزید گھٹا دی جائے جو پہلے ہی گزشتہ ۳۰ سالوں کے دوران سب سے کم رہ گئی ہے۔

(روزنامہ اوصاف، ۱۲۔ اکتوبر ۹۸ء)

نصرت مرزا

اسرائیل کے تحفظ کے لیے دفاعی میزائلی نظام

امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن نے بحرین کے دورہ کے دوران ۱۰ اکتوبر ۹۸ء کو یہ تجویز دی کہ خلیجی ریاستوں کو ایران اور دوسری جگہوں میں بلاسٹک میزائل کی جو تیاری ہو رہی ہے' اس سے محفوظ ہونے کے لیے ایک میزائل نظام کی سخت ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ نظام بہت مہنگا ہے اور طویل مدتی ہے۔ انہوں نے یہ تجویز بحرین کے مناط شہر میں دی ہے۔ بحرین کے حکمران ایران سے دفاع کے معاملہ میں کافی حساس ہیں لیکن انہوں نے Elsewhere کا لفظ استعمال کیا۔ شاید یہ لفظ پاکستان کے لیے ہو لیکن بحرین کو پاکستان سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ بحرین پاکستان سے میزائل خرید سکتا ہے جو زیادہ مہنگا سودا نہیں ہوگا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ کے وزیر دفاع یہ سب کچھ اسرائیل کے تحفظ کے لیے کر رہے ہیں۔ وہ پیسہ تو نکلوائیں گے عربوں کا' دفاع کریں گے اسرائیل کا اور ڈرائیں گے بھی عربوں کو۔

میرے خیال میں عربوں کو قطر کانفرنس کی طرح اس دفعہ بھی امریکہ کو جھنڈی دکھا دینا چاہئے کہ وہ کسی نظام کا حصہ نہیں بنیں گے' جب تک اسرائیل سے ان کو رعایتیں نہ مل جائیں۔ پاکستان کے ایٹمی دھماکوں اور میزائل نظام کامیابی کے ساتھ مکمل ہونے کے بعد اسرائیلی یہ کہتے سنے گئے تھے کہ عربوں کی چال ڈھال بدل گئی ہے۔ میرے خیال میں ایران کو بھی دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عربوں سے اپنے تعلقات بہتر بنانے چاہئیں تا کہ امریکی منصوبہ ناکام بنایا جا سکے۔

امریکن تو اپنے ملک کی فوجی پیداوار کی فیکٹریاں چالو رکھنا چاہتے ہیں' وہ اپنا ریسرچ پروگرام عربوں کے پیسے سے جاری رکھنا چاہتے ہیں اور پھر عربوں کے خلاف اور اسرائیل کی حمایت میں اسے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی وزیر دفاع نے بحرین کے حکمرانوں کو یہ کہہ کر ڈرایا کہ ایران نے حال ہی میں شہاب ۳ کا تجربہ کیا جبکہ دوسرے ممالک ایسے میزائل بنا رہے ہیں جو یا تو کیمیاوی' بائیولوجیکل یا ایٹمی ہتھیار لے جا سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ امریکہ کے اپنے ہزاروں کی تعداد میں فوجی اس علاقے میں موجود

ہیں۔ اس صورتحال میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ ممالک آپس میں میزائل سے بچاؤ کا نظام تیار کریں۔ افغانستان پر امریکی کروز میزائلوں کے حملے کے بعد میں نے اپنے یکم ستمبر ۹۸ء کو شائع ہونے والے مضمون "پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر امریکی حملہ کا خطرہ" میں یہ تحریر کیا تھا کہ کراچی میں غوری میزائل فٹ کر دیے جائیں اور ان کا رخ امریکی جہازوں کی طرف ہو تا کہ وہ پھر افغانستان پر حملہ کی حرکت نہ کریں۔

اب امریکی وزیر دفاع اس تجویز کے ساتھ وارد ہو گئے ہیں جو خود عربوں کے خلاف ہے۔ میرا خیال ہے کہ قطر کانفرنس کی ناکامی کے بعد امریکیوں نے پاکستان اور انڈیا کے درمیان جنگ کی کیفیت پیدا کر دی تھی لیکن پھر یہ جنگ ایٹمی جنگ کی خوفناکی میں تبدیل ہوتی دکھائی دی تو انہوں نے پاکستان کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے افغانستان پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا جس کے اپنے مضمرات تھے۔ پھر عربوں سے پیسے نکلوانے کے لیے آ موجود ہوئے۔ میرے خیال میں پاکستان کی وزارت خارجہ کو چاہیے کہ وہ عربوں کو لوٹنے کے منصوبے سے آگاہ کرے۔ اسرائیل کو پاکستان اور ایران کے میزائلوں سے جو خطرہ لاحق ہو گیا ہے' اس لیے عرب کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ رعایت حاصل کریں۔

پاکستان کے پاس ایٹمی صلاحیت مسلمان ممالک کے لیے ایک نعمت ہے' اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اسرائیل کے دباؤ سے آزاد محسوس کر سکتے ہیں۔ امریکہ پاکستان کی اس صلاحیت کی وجہ سے کتنا پریشان ہے' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے پوری مسلم دنیا کے جھگڑوں کو ابھار دیا ہے' ایران اور افغانستان' ترکی اور شام کے درمیان جنگ کے بادل چھاتے نظر آ رہے ہیں۔

ایران اور پاکستان کے درمیان تعلقات اچھے ہونے چاہئیں۔ اسرائیل کی دھمکی کا یہی جواب ہے کہ ایران پر کسی بھی حملہ کی صورت میں پاکستان جوابی حملہ کا حق محفوظ کرے۔ میں انتہائی ذمہ داری کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت نے امریکہ کے دفاعی نظام کو مشرق وسطیٰ میں بے اثر کر دیا ہے۔ اسرائیل کی علاقے کے پولیس مین کی حیثیت متاثر ہوئی ہے اور عرب اسرائیل کی طرف سے اپنے آپ کو زیادہ آزاد محسوس کر رہے ہیں۔ اس لیے اب شام اور ترکی کے درمیان لڑائی کرانے کا سوچا جا رہا ہے تا کہ اسرائیل کے معاملے میں ان کی بارگیننگ پوزیشن متاثر نہ ہو۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اس صورت حال سے فائدہ نہ اٹھایا تو امریکہ حالات کو ہمارے خلاف کرتا چلا جائے گا۔

امریکہ کے وزیر دفاع کا خلیج کے دفاعی نظام کے تصور کا مقصد دراصل پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کے اثرات کو زائل کرنا ہے۔ پاکستان کو اس صلاحیت سے اپنی معیشت کی بہتری کے لیے کام لینے کا راستہ روکنا مقصود نظر آتا ہے تا کہ مسلمان ممالک پاکستان کی طرف نہ دیکھیں یا اپنے بھائی ملک سے مدد حاصل نہ کر سکیں۔ امریکن کسی صورت بھی یہ نہیں چاہتے کہ پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہو۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکی سینٹ سے پابندیوں میں نرمی کا بل پاس ہونے کے باوجود امریکی صدر بل کلنٹن نے اس بل کو ویٹو کر دیا ہے۔

آئی ایم ایف نے پاکستان کو امداد دینے کے اپنے معاملے کو کھٹائی میں ڈال دیا ہے۔ وہ پاکستان میں انتشار کے منصوبے کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اپنے مہروں کو آگے بڑھا رہے ہیں تا کہ پاکستان کی حکومت گھٹنے ٹیک دے۔

میں اپنے اس مضمون میں ایرانی بھائیوں کو تدبر کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ امریکی وزیر دفاع کے بیان کو دیکھیں کہ وہ کس قدر ایران ایران کا ورد کر رہا ہے اور ایران افغانستان تصادم کی سوچ رہا ہے۔ امریکی انتظار کر رہے ہیں کہ ایران سرحد عبور کرے گا اور پھر وہ ایران پر پل پڑیں۔ سچ پوچھیں تو افغانستان پر کروز میزائلوں سے جو حملہ کیا گیا' اس کی ایک وجہ ایران کو آگے بڑھنے کی ترغیب دینا تھا۔

امریکی سفیر نے عربوں کو شام کے میزائل پروگرام سے بھی ڈرایا ہے لیکن خلیجی ملکوں کو شام کے میزائلوں سے کیا خطرہ ہے؟ ان کے میزائلوں سے خطرہ تو اسرائیل کو ہو سکتا ہے۔ جو خطرہ اسرائیل کو ہو گیا ہے' وہ عربوں کے لیے خطرہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے تا کہ عربوں کی دولت لوٹی جائے۔

دوسرے پاکستان کو اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہونے دیا جائے' سارا کھیل مسلمانوں کو باندھ کر رکھنے کے لیے کھیلا جا رہا ہے' یہ مسلمانوں کی فراست پر منحصر ہے کہ وہ کس طور امریکہ کے داؤ سے بچ کر نکلتے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت' ۱۹۔ اکتوبر ۹۸ء)

عالم اسلام کے خلاف نیا حربہ

امریکی کانگریس نے "مذہبی مواخذہ سے آزادی" کے ایک بل کی منظوری دی ہے جس کے تحت امریکی صدر ایسے ممالک پر پابندیاں عائد کر سکیں گے جن پر مذہبی آزادی کے منافی قوانین اور اقدامات کا الزام ہو۔ اس بل سے ۷۷ ممالک میں مذہبی آزادیوں کی نگرانی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے نو ارکان پر مشتمل ایک کمشن تشکیل دیا جائے گا جس کا دفتر نیشنل سکیورٹی کونسل میں ہوگا۔ جبکہ ایک سفیر کا تقرر کیا جائے جو ان ممالک میں مذہبی صورتحال کا جائزہ لے گا۔ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے الزامات کے باوجود امریکہ اب تک اسلام اور مسلمانوں کا گھیرا تنگ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا حالانکہ کمیونزم کے خاتمے کے بعد سابق صدر نکسن اور موجودہ امریکی نائب صدر الگور اپنے دانشوروں اور عوام کو یہ باور کرا چکے ہیں کہ اب ان کا ہدف اسلام ہونا چاہئے کیونکہ یہی حقیقت میں امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ حضرت علامہؒ نے کئی عشرے قبل "شیطان بزرگ" کی اس سوچ کی عکاسی ان الفاظ میں کر دی تھی۔ ؎

مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے

چنانچہ گزشتہ کئی برسوں سے امریکہ ہر سطح پر اسلام، عالم اسلام اور مسلم عوام سے نمٹنے کی طے شدہ پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ یہ بھی طرفہ تماشا ہے کہ امریکی صدر کلنٹن تو نہ صرف امریکہ میں فروغ اسلام کا اعتراف کرتے ہوئے اس عظیم مذہب کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ ان کی اہلیہ ہلیری کلنٹن بھی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اچھے جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں نئے امریکی سفیر جناب میلام بھی امریکی عوام اور مسلمانوں کے مابین غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں اور پاکستانی دانشوروں سے یہ اپیل بھی کر رہے ہیں کہ امریکہ اور پاکستان کے درمیان بڑھتے فاصلے کم ہونے چاہئیں مگر امریکی کانگرس مذہبی آزادیوں کا بل منظور کر کے پاکستان، ایران، سعودی عرب، افغانستان، سوڈان ایسے مسلم ممالک میں ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کا اہتمام کر رہی ہے جو بیرونی اشارے پر یا اپنی ذہنی بے راہروی کے نتیجے میں اسلامی عقائد، شرعی قوانین، مسلم عوام کے جذبات واحساسات کا احترام کرنے سے قاصر ہیں۔

امریکہ اور یورپ میں جوں جوں اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیل رہی ہے اور تہذیب مغرب سے تنگ آئی نوجوان نسل یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے کہ آخر اسلام ہے کیا اور چودہ سو سال بعد بھی مسلمان اپنے عقیدے' اپنے رسول ﷺ' اپنی کتاب کے بارے میں اتنے حساس کیوں ہیں؟ ان کے راسخ العقیدہ ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟ یہودی دانشوروں اور سرمایہ کاروں کے فریب میں مبتلا عیسائی دنیا بالخصوص امریکہ کے لامذہب حکمران اور دانشور اسلام اور مسلمانوں کو اپنا مد مقابل سمجھ کر اس سے نمٹنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ یہودن مونیکا لیونسکی کے معاملے کو بھی اسی لیے بعض لوگوں نے یہودیوں کی چال قرار دیا ہے کہ کلنٹن فلسطین کا مسئلہ حل کرنے کے لیے اسرائیل پر دباؤ ڈال رہے تھے اور انہوں نے اپنی انتخابی مہم میں مسئلہ کشمیر حل کرانے کا وعدہ بھی کیا تھا جو یہودیوں کو پسند نہیں تھا۔ کوئی عجب نہیں یہودیوں نے کلنٹن ایسے مسٹر سیکسی کو پھانسنے کے لیے مونیکا ایسی لڑکی کو بطور کڑکی استعمال کیا ہو۔

امریکی صدر کلنٹن کے برعکس الگور یہودیوں کی پسندیدہ شخصیت ہیں جو اسلام دشمنی اور صیہونیت نوازی کی وجہ سے دورہ اسرائیل میں صدر کے برابر پروٹوکول لے چکے ہیں اور کلنٹن کے مواخذہ کی صورت میں امریکی صدر بن سکتے ہیں۔ اس صورت میں مذہبی آزادیوں کا قانون ان کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار ہوگا جو مسلمانوں کے خلاف آسانی سے استعمال کیا جا سکے گا۔ امریکی ذرائع ابلاغ کو بھی چونکہ یہودی کنٹرول کرتے ہیں اس لیے انہوں نے ایک طے شدہ حکمت عملی کے ذریعے مسلمانوں کو دہشت گرد اور بنیاد پرست کے روپ میں مذہبی آزادیوں کا مخالف ثابت کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ یہ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف برسرپیکار افراد اور گروہوں کو عظیم مجاہد قرار دینے والا امریکہ اور اس کا میڈیا اب طالبان کو انتہا پسند' بنیاد پرست اور مذہبی آزادی کا مخالف قرار دینے پر تلا ہوا ہے۔ اسامہ بن لادن جب تک کمیونزم کے خلاف لڑ رہا تھا تو سعودی عرب کے شاہی خاندان کو اس کی مالی امداد کے لیے آمادہ کیا جاتا رہا مگر اب اس واقعہ بن لادن کے علاوہ سعودی شاہی خاندان کے خلاف اچھالا جا رہا ہے۔ سعودی عرب اپنے اثر ورسوخ' پاکستان اپنی ایٹمی حیثیت سے سٹریٹجک پوزیشن جبکہ ایران' افغانستان وسطی ایشیا کا دروازہ ہونے کی وجہ سے امریکہ کی یہودی لابی کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔ اس لیے ان ممالک کا نمدہ کسنے کے لیے مذہبی آزادی کا قانون لایا گیا ہے تاکہ پریسلر' گلین سمنگٹن ترامیم سے جو مقاصد حاصل نہیں ہو سکے' وہ حاصل کیے جائیں اور یہ ایسا امریکہ کر

رہا ہے جس کے عیسائی مشنریوں کے سکول یا مشنری اڈے قیام پاکستان سے بھی پہلے کے سا نگلہ ہل ایسے قصبوں میں کھلے ہوئے ہیں۔

امریکہ، یورپ اور وہاں کے عیسائی و یہودی یہ سمجھنے سے ہی قاصر ہیں کہ مسلمان اپنے عقائد، اپنی مقدس شخصیات بالخصوص رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات اور اپنے مذہب کے بارے میں کس قدر سریع الحس ہیں۔ امریکہ و یورپ نے اب تک سلمان رشدی اور سلیمہ نسرین کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات و احساسات کو ٹٹولنے کی جو کوششیں کی ہیں، اس کا علم کس کو نہیں مگر اس کے باوجود مادر پدر آزاد این جی اوز اور ایسی اقلیتوں کے ذریعے جو اپنے آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے معاشرے میں ایڈجسٹ نہیں کر سکیں، توہین رسالت ﷺ کا قانون ختم کرانے اور مختلف مسلم ممالک میں شرعی قوانین کے نفاذ کا راستہ روکنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ پاکستان میں بھی ایک عرصہ سے جلسے جلوسوں کا سلسلہ جاری ہے مگر مسلم عوام کا دباؤ حکمرانوں کو ان سامنے جھکنے سے روک رہا ہے۔ اب شریعت بل کے نفاذ پر اگرچہ اقلیتی ارکان قومی اسمبلی نے بھی مسرت کا اظہار کیا ہے لیکن بعض مسلم ارکان پارلیمنٹ کو اس پر اعتراض ہے اور انہوں نے اس کے حق میں ووٹ دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آزاد خواتین کی ایک تنظیم نے پارلیمنٹ کے باہر مظاہرہ بھی کیا ہے جس کی وجہ سے یہ خدشہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ مذہبی آزادی کا قانون منظور ہو جانے کے بعد امریکہ اور عالم اسلام کے مابین بگاڑ کی ایک نئی صورت پیدا ہوگی۔ آخر واشنگٹن پانچ درجن آزاد خود مختار مسلم ممالک میں اپنی مرضی اور معیار کی مذہبی آزادیوں کا اہتمام کس طرح کر سکتا ہے اور عالم اسلام سے مسلسل محاذ آرائی کا واحد سپرپاور کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس لیے مسٹر میلام اور امریکی صدر کلنٹن کا فرض ہے کہ وہ کانگریس اور دوسرے اداروں کو یہ سمجھانے کی کوشش کریں کہ مذہبی آزادی کے پردے میں اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنانا کی امریکی پالیسی خود ہمارے اپنے مفاد میں نہیں۔ جب امریکہ میں لاکھوں مسلمان بستے ہیں اور انہوں نے امریکی قوانین کا احترام کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک مہذب، شائستہ اور دوسروں کے حقوق کا ادراک رکھنے والی قوم سے تعلق رکھتے ہیں تو پھر مسلسل ایسے اقدامات کا کیا فائدہ جس کے نتیجے میں مسلم ممالک کے عوام کے جذبات کو انگیخت ملے اور امریکہ کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو۔ اس طرح وہ سیاہ امریکہ مسلموں کو بھی دعوت پیکار دے رہا ہے۔ بنا بریں صدر کلنٹن کو پہلی فرصت میں یہ بل ویٹو کر کے دنیا میں ایک فوری نئے تنازعہ کو ہوا نہیں دینی چاہیے۔ مسلم دنیا کو بھی اسلامی کانفرنس کی سطح پر اس کا فوری نوٹس لینا چاہیے۔ یہ مسلمانوں

کو اپنے عقائد اور دینی تصورات کے حوالے سے سزا دینے کی امریکی پالیسی کا حصہ ہے جسے کوئی بھی غیرت مند مسلمان برداشت نہیں کرے گا۔ اگر یہودیوں کے زیر اثر امریکی انتظامیہ صلیبی جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کرنا چاہتی ہے تو پھر عالم اسلام کو بھی اس کی تیاری کرنی چاہئے اور ثابت کرنا چاہئے کہ وہ اپنے عقیدے اور فکر کے حوالے سے امریکی ڈکٹیشن قبول کرنے پر آمادہ نہیں اور اپنے دین مبین کا دفاع کرنے کے قابل ہیں اور نام نہاد "سپرپاور" کو اس دخل در معقولات کا مرتکب نہیں ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کے نزدیک واحد سپرپاور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔　　(اداریہ روزنامہ نوائے وقت' ۱۲۔ اکتوبر ۹۸ء)

جدیدیت کا اسلام پر ایک اثر یہ ہوا ہے کہ اس نے بہت سے لوگوں کی نظروں میں اس کو محض شریعت کے ساتھ مختص کر دیا ہے جو اسلام کی صرف ایک بعد (پہلو) ہے اور اس طرح اسے ان بہتیرے عقلی ہتھیاروں سے علیحدہ کر دیا ہے جو اس کے قلعے پر جدیدیت کے حملے کو روک سکتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی روایت میں شریعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے لیکن بہت سے وہ عقلی چیلنج جو جدیدیت کے پیدا کردہ ہیں مثلاً" نظریہ ارتقا' عقلیت پسندی' وجودیت' لا ادریت اور اسی قسم کے اور دوسرے' ان سب کا جواب محض عقلی طور پر ہی دیا جا سکتا ہے' قانونی طور پر نہیں۔ نہ ہی ان کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ ان مسائل سے نظریں پھیر لی جائیں یا ان سے قطع تعلق کر لیا جائے اور یہ توقع کی جائے کہ کسی جادو کے اثر سے شریعت اور سائنس و ٹکنالوجی ایک دوسرے سے متحد ہو جائیں گے۔ جدید خیال سے اسلام کا کامیاب مقابلہ محض غصے کے اظہار یا اپنی پارسائی جتا کر نہیں ہو سکتا۔ یہ محض اس وقت ہو سکتا ہے جب جدید خیال کو مکمل طور پر اس کی جڑوں اور شاخوں سمیت سمجھ لیا جائے اور یوں پوری اسلامی روایت کو ان بڑے بڑے مسائل کے حل کے لیے بروئے کار لایا جائے جو جدیدیت نے اسلام کے لیے کھڑے کر دیے ہیں۔ اس کام میں مرکزی حیثیت اس عقل یا حکمت یا حقیقت کی تجدید ہے جس کی جگہ اسلامی وحی کے قلب میں ہے اور وہ اس وقت تک محکم رہے گی جب تک انسان' انسان رہتے ہیں اور اپنی الوہی فطرت اور خدا کی عبودیت کے احساس کے ساتھ اس کے وجود کی شہادت دیتے ہیں کہ یہی کیفیت انسانی وجود کی اصل غایت ہے۔　　(سید حسین نصر' "جدید دنیا میں روایتی اسلام")

ابو عمار زاہد الراشدی

قادیانی مسئلہ ایک نئے موڑ پر

گزشتہ سال امریکی وزارت خارجہ نے پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کے بارے میں اپنی سالانہ رپورٹ میں قادیانیوں کا بطور خاص ذکر کیا تو قادیانی مسئلہ کا ادراک رکھنے والوں کو بطور خاص اندازہ ہو گیا تھا کہ حالات کا رخ اب کدھر کو ہے اور امریکہ بہادر اس حوالہ سے ہم سے کیا چاہتا ہے؟ پاکستان میں قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دینا اور انہیں اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مخصوص مذہبی علامات واصطلاحات استعمال کرنے سے قانونا" روکنا امریکہ اور دیگر مغربی لابیوں کے نزدیک انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور امریکہ نے ۱۹۸۷ء میں پاکستان کی امداد کی بحالی کے لیے جو شرائط عائد کی تھیں' ان میں باقاعدہ طور پر یہ شرط شامل ہے کہ احمدیوں کے خلاف کیے گئے اقدامات واپس لیے جائیں جبکہ مغربی حکومتیں' لابیاں اور ذرائع ابلاغ اس حوالہ سے پاکستان اور ملک کے دینی حلقوں کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں حتیٰ کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کے بارے میں جو سالانہ رپورٹ جاری کرتی ہے' اس میں کئی برسوں سے قادیانی مسئلہ کا بطور خاص تذکرہ ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تکلیف دہ اور افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ یک طرفہ طور پر ہو رہا ہے اور اسلامیان پاکستان کے عقائد سے تعلق رکھنے والے اس نازک اور حساس مسئلہ کے بارے میں خود مسلمانوں اور ان کے دینی راہنماؤں کے موقف کو نہ سمجھنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اور نہ ہی اسے کسی درجہ میں اہمیت دی جا رہی ہے حالانکہ مسئلہ کچھ زیادہ پیچیدہ نہیں ہے۔ اہل اسلام کا موقف یہ ہے کہ قادیانی گروہ چونکہ جناب نبی اکرمؐ کے بعد ایک نئے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس پر نازل ہونے والی وحی کو مانتے ہیں' اس لیے غلط یا صحیح کی بحث کو ایک طرف رکھتے ہوئے مذاہب عالم کے مسلمات کی رو سے وہ ایک الگ اور نئے مذہب کے پیروکار ہیں اس لیے انہیں اپنے لیے نیا نام اور نئے مذہبی شعائر اور اصطلاحات اختیار کرنے چاہئیں اور انہیں اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مخصوص مذہبی علامات مثلا" کلمہ طیبہ' مسجد' امیر المومنین' خلیفہ وغیرہ اپنے نئے

مذہب کے لیے استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اس سے اشتباہ کی فضا قائم رہتی ہے اور دنیا بھر کے سوا ارب مسلمانوں کی مذہبی شناخت مجروح ہوتی ہے مگر قادیانی گروہ ہٹ دھرمی اور ضد سے کام لیتے ہوئے نئے نبی اور نئی وحی کا اعلان کرتے ہوئے بھی اسلام کا نام اور مسلمانوں کی اصطلاحات استعمال کرنے پر اصرار کر رہا ہے اور یہی بات مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین تنازعہ کی شدت کا باعث بنی ہوئی ہے۔ قادیانیوں کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہیں اس لیے انہیں مسلمان کہلانے کا حق ہے لیکن یہ مغالطہ نوازی ہے کیونکہ عیسائی حضرات حضرت موسیٰؑ اور تورات کو مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور انجیل کو ماننے کی وجہ سے یہودی نہیں کہلا سکتے بلکہ الگ مذہب کے پیروکار سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں کے ساتھ ساتھ تورات اور انجیل کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کو بھی تسلیم کرتے ہیں اس لیے نہ وہ یہودی کہلا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں عیسائی کہلانے کا حق ہے بلکہ وہ ان دونوں سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار تسلیم ہوتے ہیں۔ یہ اصول مذاہب عالم کا مسلمہ اصول ہے جس کی خلاف ورزی کے مرتکب قادیانی ہیں اور وہ اس مسلمہ اصول سے انحراف کر کے مسلمانوں کی مذہبی شناخت کو خراب کر رہے ہیں جس سے مسلمانوں کا دینی شناخت کے تحفظ کا حق مجروح ہوتا ہے لیکن "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے مصداق دنیا بھر میں قادیانیوں اور ان کے مغربی آقاؤں کی طرف سے شور بپا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں قادیانی گروہ کے انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں اور مغربی حکومتوں کی طرف سے پاکستان کی حکومت پر مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ قادیانیوں کو اسلام کے نام پر اپنے مذہب کا پرچار کرنے اور اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے کی اجازت دے اور اس سلسلہ میں کیے گئے آئینی و قانونی اقدامات واپس لے چنانچہ امریکی وزارت خارجہ نے گزشتہ سال پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کے بارے میں جو رپورٹ جاری کی' اس میں بطور خاص چار امور کا تذکرہ کیا گیا ہے:

- قادیانیوں کو مسلمان تسلیم نہیں کیا جا رہا۔
- انہیں حج کے لیے پاسپورٹ جاری نہیں کیا جاتا۔
- اسلام کا نام استعمال کرنے پر ان کے خلاف مقدمات درج کیے جاتے ہیں اور
- ان کے وفات شدگان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا جاتا۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے عبوری نگران حکومت کے قیام کے بعد سندھ کی کابینہ میں قادیانی وزیر کنور ادریس کی شمولیت' لاہور ہائی کورٹ میں مبینہ طور پر نئے قادیانی ججوں کے تقرر اور اب عبوری حکومت کی طرف سے سرکاری محکموں کو سرکاری دستاویزات میں قادیانیوں کو غیر مسلم کے بجائے "احمدی" لکھنے کی ہدایت کا جائزہ لیا جائے تو ان فیصلوں اور اقدامات کے اصل سرچشمہ تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ملک کے دینی حلقے عبوری حکومت کے اقدامات پر مسلسل احتجاج کر رہے ہیں اور کل جماعتی مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس بھی طلب کر لیا گیا جو غالباً ملک میں تحریک ختم نبوت کا ازسرنو منظم کرنے کے امکانات کا جائزہ لے گا اور اس طرح قادیانی مسئلہ اور اس کے حوالہ سے تحریک ختم نبوت ایک نئے موڑ کی طرف بڑھتی نظر آ رہی ہے۔

نگران حکومت کے نئے اقدامات کے بعد قادیانی مسئلہ کے ضمن میں دو نکات بطور خاص سامنے آئے ہیں۔ ایک یہ کہ قادیانیوں کو سرکاری دستاویزات میں "غیر مسلم" کی بجائے "احمدی" لکھنے کا مقصد کیا ہے؟ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایسا کر کے امریکہ اور مغربی ممالک کو مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے پر نظر ثانی کا عمل شروع ہو گیا ہے لیکن ملک کے دستور اور باشندگان وطن کے متفقہ عقیدہ وموقف کے ہوتے ہوئے ایسا کرنا حکومت کے لیے ممکن نہیں ہے اس لیے کہ ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے ۱۹۷۴ء میں متفقہ دستوری ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا اور اس لیے بھی کہ ملک کے تمام مذہبی مکاتب فکر اور دینی ادارے بلکہ عالم اسلام کے تمام مذہبی حلقے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر متفق ہیں اس لیے انہیں مسلمان تسلیم کرانے کی امریکی خواہش کو پورا کرنا کم از کم پاکستان میں کسی حکومت کے بس میں نہیں ہوگا۔

دوسرا مسئلہ کلیدی اسامیوں اور مناصب مثلاً" وزارت یا ہائی کورٹ کے جج کے منصب پر کسی قادیانی کے تقرر کا مسئلہ ہے اور اس کا دو پہلوؤں سے جائزہ لینا ہوگا۔ ایک تو اس پہلو سے کہ پاکستان اپنے دستور کے لحاظ سے ایک نظریاتی اور اسلامی ریاست ہے اور کسی نظریاتی اسلامی ریاست میں کسی بھی شعبہ اور محکمہ کے کلیدی منصب پر کسی غیر مسلم کا فائز ہونا شرعاً" اور اصولاً" درست نہیں ہے اور دوسرے نمبر پر یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ قادیانیوں نے اپنے بارے میں پارلیمنٹ کا فیصلہ اور دستور پاکستان کا وہ حصہ تسلیم کرنے سے جماعتی

طور پر انکار کیا ہوا ہے جس میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر قادیانی مذہب کے افراد جداگانہ الیکشن کا بائیکاٹ کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے ووٹروں کی فہرست میں بطور غیر مسلم ووٹ درج کرانے کا بھی بائیکاٹ کر رکھا ہے اور اس سلسلہ میں قادیانی جماعت کے ایک ترجمان کا اعلان حال ہی میں پھر قومی پریس کے ذریعہ سامنے آیا ہے کہ قادیانیوں کا ملک کے عام انتخابات سے کوئی تعلق نہیں۔ ان سارے اعلانات واقدامات کی بنیاد دستور پاکستان کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے پر ہے اور اس پس منظر میں کسی بھی کلیدی منصب کے لیے کسی قادیانی کا اسی دستور کے تحت حلف اٹھانا ہی مشکوک ہو جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ سندھ کے قادیانی وزیر اور لاہور ہائیکورٹ کے قادیانی جج صاحبان نے اپنے عہدوں کا حلف تو دستور پاکستان کے تحت اٹھایا ہے اور اسی دستور کے ایک حصہ کو تسلیم کرنے سے وہ مسلسل انکاری ہیں تو ان کے حلف کے آخر کیا آئینی اور اخلاقی پوزیشن باقی رہ جاتی ہے؟

سندھ کی عبوری حکومت میں قادیانی وزیر کنور ادریس کی شمولیت کے بعد راقم الحروف نے چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کو ایک عریضہ ارسال کیا تھا جس میں میں نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ کوئی قادیانی جب تک اپنے جماعتی فیصلے اور طرز عمل سے براءة کا اعلان نہ کرے، اس وقت تک دستور پاکستان کے تحت اس کا کسی منصب کے لیے حلف اٹھانا خود دستور کے تقاضوں اور حرمت کے منافی ہے لیکن چیف جسٹس نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

الغرض یوں نظر آ رہا ہے کہ جس طرح ملک کی معیشت کے بارے میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے نام پر امریکی غلامی کو قبول کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے، اسی طرح نظریہ وعقیدہ کے محاذ پر بھی امریکی ہدایات نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا ہے اور اس کا آغاز قادیانی گروہ کو رعایات دینے سے کیا گیا ہے لیکن یہ مسئلہ بہت نازک اور حساس ہے۔ اس میں اگر ایک طرف امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کا دباؤ ہے تو دوسری طرف پاکستان کے دینی حلقوں اور عام مسلمانوں کا عقیدہ وایمان اور ان کے دینی جذبات واحساسات ہیں اور عبوری حکومت کو بہرحال یہ فیصلہ ابھی سے کر لینا چاہیے کہ اسے ان دونوں میں سے کس کا ساتھ دینا ہے۔

(مطبوعہ روزنامہ پاکستان، ۱۶ جنوری ۹۷ء)

ابو عمار زاہد الراشدی

نبوت کا جھوٹا دعویدار...... ایلی جاہ محمد

امریکہ کے سیاہ فاموں کی نسلی تحریک "نیشن آف اسلام" اور اس کے موجودہ لیڈر لوئیس فرخان کے بارے میں گزشتہ دنوں ایک عربی کتاب ہاتھ آ گئی جس سے اس تحریک کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوئی ہیں اور انہیں قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب "مالکم ایکس شہید" کی خود نوشت ہے جو انہوں نے ایلیکس ہیلی کو قلمبند کرائی تھی، لیلیٰ ابو زید نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے اور ساڑھے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ کتاب "ملکوم اکس" کے نام سے بیروت کے اشاعتی ادارے "بیسان" نے ۱۹۹۶ء میں شائع کی ہے۔

مالکم ایکس شہید پہلے مالکم لل کہلاتے تھے۔ پھر نبوت کے دعویدار ایلی جاہ محمد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے مالکم ایکس کہلائے۔ پھر ۶۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ایلی جاہ محمد کے گمراہ کن عقائد سے توبہ کر کے صحیح العقیدہ مسلمان ہو کر "الحاج مالک شہباز" کا لقب اختیار کیا اور ۶۵ء میں شہید کر دیے گئے۔ انہوں نے اس کتاب میں اپنے بچپن، خاندانی پس منظر، امریکہ میں کالے اور گورے کی تاریخی کشمکش، جرائم کی دنیا میں آگے بڑھنے، ایلی جاہ محمد سے متاثر ہو کر اس کا ساتھی بننے، رفتہ رفتہ ایلی جاہ محمد کے دست راست کی حیثیت اختیار کرنے، گوروں کے خلاف نفرت کی مہم چلانے اور انہیں شیطان کی نسل قرار دے کر ان کی تباہی کی پیش گوئیاں کرنے اور پھر حج بیت اللہ کے موقع پر اسلام کے صحیح عقائد سے آگاہی حاصل کر کے ملت اسلامیہ کے اجتماعی دھارے میں شامل ہونے کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں اور "نیشن آف اسلام" کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی مفید بلکہ ضروری ہے۔

مالکم ایکس شہید نے بتایا ہے کہ ۱۹۳۰ء میں "ویلس ڈی فارد" نامی ایک شخص امریکہ کے شہر ڈیٹرائیٹ میں آیا اور دعویٰ کیا کہ وہ مکہ سے آیا ہے، قریش سے تعلق رکھتا ہے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہے اور اسے امریکہ میں کالوں کو گوروں کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ فارد مذکور ریشمی کپڑے کے تاجر کی حیثیت سے آیا اور اس نے رفتہ رفتہ سیاہ فام لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کر دیا اور

ڈیٹرائیٹ میں ایک مسجد بھی بنائی' ایلی جاہ محمد نے جو پہلے عیسائی تھا اور ایلی جاہ پول کہلاتا تھا' "ویلس ڈی فارد" کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور رفتہ رفتہ اس کا دست راست بن گیا۔ فارد نے کہا کہ وہی مسیح اور مہدی ہے جس کا دو ہزار سال سے انتظار کیا جا رہا ہے' اس نے کہا کہ سیاہ فام فطرتاً "مسلمان" ہیں اور اسلام ہی ان سب کا مذہب ہے لیکن گوروں نے برین واشنگ کر کے انہیں اسلام سے دور کر دیا ہے' اس لیے دنیا بھر کے سیاہ فاموں کو اسلام کی طرف واپس آجانا چاہئے کیونکہ ان کے اسلاف سب مسلمان تھے اور وہ ملت اسلامیہ کی کھوئی ہوئی بھیڑیں ہیں جنہیں ملت میں واپس لانے کے لیے اسے بھیجا گیا ہے' اس نے کہا کہ جنت اور دوزخ اس دنیا سے ہٹ کر کوئی الگ چیز نہیں بلکہ اسی دنیا میں انسانی معاشرہ کی مختلف کیفیات کا نام جنت اور جہنم ہے۔ اس وقت سیاہ فام سفید فاموں کی غلامی میں ہیں' جو ان کی جہنم ہے اور اس کی مدت چار سو سال مقرر ہے۔ اس کے بعد سیاہ فاموں کا اقتدار ختم ہو جائے گا اور سیاہ فام دنیا کی قیادت سنبھال لیں گے اور وہی ان کی جنت ہوگی۔ "ویلس ڈی فارد" ۱۹۳۴ء میں غائب ہو گیا اور ایلی جاہ محمد نے اس کی جگہ سنبھال لی اور اعلان کیا کہ "فارد" اصل میں خود اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) تھے جو انسانی شکل میں آئے تھے اور اب ایلی جاہ محمد کو اپنا رسول بنا کر واپس چلے گئے ہیں۔ ایلی جاہ محمد نے کہا کہ وہ خدا کا رسول بلکہ خاتم المرسلین ہے اور اب دنیا کی نجات اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ مالم ایکس شہید نے بتایا ہے کہ جب وہ ایلی جاہ محمد کے دست راست کے طور پر مختلف اجتماعات میں خطاب کیا کرتے تھے کہ تو خطبہ میں سورہ فاتحہ کے ساتھ یہ کلمہ شہادت پڑھا کرتے تھے اشھدان لا الہ الا انت واشھدان محمدا الایلیجاہ المحترم عبدک ورسولک جس کا ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محترم ایلی جاہ محمد آپ کے بندے اور رسول ہیں" (نعوذ باللہ من ذلک)

مالکم ایکس شہید نے ایلی جاہ محمد کے ایک لیکچر کا حوالہ دیا ہے جس میں کالے اور گورے کے فرق کے بارے میں "نیشن آف اسلام" کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ اس لیکچر میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی اصل آبادی سیاہ فاموں پر مشتمل تھی اور آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد سیاہ فام تھی۔ ایک وقت آیا کہ سیاہ فاموں کا ایک گروہ اپنی موجودہ حالت پر خدا سے ناراض ہو گیا' ان میں سے "یعقوب" نامی ایک صاحب کو حیوانی جرثوموں کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرنے اور ان سے نئی نسل پیدا کرنے پر دسترس حاصل تھی چنانچہ اس نے مہارت کا استعمال کرتے ہوئے سفید فاموں کی نئی نسل پیدا کی اور تب سے سفید فام دنیا پر آباد چلے آ رہے ہیں۔ ایلی جاہ محمد کا کہنا ہے کہ سفید فام دراصل شیطان کی نسل سے ہیں' جو

پہلے چار پاؤں پر چلا کرتے تھے اور جنگلوں اور غاروں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے پھر موسیٰ علیہ السلام انہیں تہذیب و تمدن کی زندگی کی طرف لائے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات انہوں نے جلد فراموش کر دیں اور حیوانیت اور شیطانیت کی زندگی کی طرف واپس لوٹ گئے۔ پھر ان سفید فاموں نے زمین پر غلبہ پا لیا اور سیاہ فاموں کو جانوروں کی طرح بحری جہازوں میں بھر کر شمالی امریکہ میں لائے اور انہیں غلام بنا لیا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ گوروں کا اقتدار ختم ہو اور سیاہ فاموں کی حکومت قائم ہو جو دنیا کے لیے جنت ہوگی۔ مالکم ایکس شہید نے بتایا ہے کہ جب وہ ایلیٰ جاہ محمد کے دست راست تھے' ایک عجیب سانحہ ہوا کہ ایلیٰ جاہ محمد کی دو سیکرٹری خواتین نے دعویٰ کر دیا کہ ان کے چار بیٹوں کا باپ ایلیٰ جاہ محمد تھے' جس کے ساتھ کسی نکاح کے بغیر ان کے گزشتہ چھ سال سے گرم جوش جنسی تعلقات موجود ہیں۔ امریکی پریس نے اسے خوب اچھالا اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس وجہ سے ایلیٰ جاہ محمد سے الگ ہو گئی لیکن مالکم ایکس شہید اور ایلیٰ جاہ محمد کا بیٹا "ولیس دی محمد" (جو اب بحمد اللہ صحیح العقیدہ مسلمان ہیں) اس دور میں قرآن کریم اور بائبل سے ایسے واقعات تلاش کرتے رہے جو ایلیٰ جاہ محمد کے دفاع میں پیش کیے جا سکیں حتیٰ کہ انہوں نے بائبل کی بعض آیات کا سہارا لے کر یہ موقف اختیار کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نشہ کرتے تھے' موسیٰ علیہ السلام حبشی عورتوں کے ساتھ زنا کیا کرتے تھے' داؤد علیہ السلام نے ایک شخص کی بیوی ہتھیا لی اور لوط علیہ السلام نے اپنی حقیقی بیٹیوں کے ساتھ زنا کر لیا تھا (نعوذ باللہ من ذلک) تو اگر ایلیٰ جاہ محمد سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو گئی ہے تو اس کی نبوت پر بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور وہ بدستور خدا کا رسول اور دنیا کا نجات دہندہ ہے۔ مالکم ایکس شہید کا کہنا ہے کہ جب انہوں نے یہ موقف ایلیٰ جاہ کے سامنے پیش کیا تو نبوت کے اس دعویدار نے کہا کہ "میرے بیٹے تم نے نبوت اور روحانیت کو صحیح طور پر سمجھا ہے' تمہیں بزرگوں کا فہم بخشا گیا ہے اور تم سمجھ گئے ہو کہ یہ جو کچھ پیش آیا ہے' یہ بھی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے" آج لوئیس فرخان ایلیٰ جاہ محمد کے جانشین کی حیثیت سے اسی "نبوت" کا پرچم اٹھائے دنیا بھر میں "نیشن آف اسلام" کو امریکہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تحریک کے طور پر متعارف کرا رہا ہے اور بہت سے مسلم حکمران اور لیڈر اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اس کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کو اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت سمجھے ہوئے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

(مطبوعہ روزنامہ اوصاف' ۲۲۔ اگست ۹۸ء)

تراشے

امریکہ' پاکستان اور عالم اسلام

امریکی میزائل' ہمارے لیے وارننگ

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے بتایا ہے کہ امریکہ کے لیے ٹام ہاک میزائل پاکستان کے قبضے میں جانے کے بعد سب سے بڑی تشویش کی بات یہ ہے کہ چین ٹام ہاک میزائل کے ریڈار سسٹم کو اپنے فضائی ودفاعی نظام میں استعمال نہ کرے۔ اخبار کے مطابق پاکستان سائنس دان اس میزائل کے بعض حصوں کا معائنہ کر رہے ہیں اور وہ اسے اپنی خوش قسمتی سمجھ رہے ہیں کہ یہ میزائل ہدف پر گرنے کی بجائے پاکستان میں گرے جس سے پاکستان کے لیے اس ٹیکنالوجی کا حصول ممکن ہو جائے گا۔ پاکستان میں پہلے ایک میزائل کے گرنے کی خبر آئی تھی۔ اب دوسرا میزائل بھی دریافت ہو گیا ہے جو اپنے ہدف پر پہنچنے کے بجائے راستے ہی میں گر پڑا۔ یہ بڑی حیران کن بات ہے کہ فول پروف ٹیکنالوجی والے یہ میزائل اپنے ہدف تک نہ پہنچ سکے اور پاکستانی علاقے میں گر پڑے۔ اس لیے ہمیں اس معاملے کے تمام پہلوؤں کو نظر میں رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ نیو کلیئر پاور بننے کے بعد امریکہ پاکستان کو یہ وارننگ دینا چاہتا ہو کہ اپنی کامیابی پر اتنے نہ پھولو۔ تم اب بھی ہمارے میزائلوں کی مار سے باہر نہیں ہو۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اتنی اعلیٰ ٹیکنالوجی کے یہ میزائل اپنے راستے سے بھٹک کر پاکستان میں گر پڑے۔ علاوہ ازیں پاکستانی ریڈار بھی ان میزائلوں کا پتہ نہ چلا سکے اور ان کے چلنے کی اطلاع خود امریکی جنرل رالسٹن نے دی جو اس موقع پر پاکستان آئے ہوئے تھے۔ اس لیے یہ بھٹکنے والے میزائل پاکستان کے لیے پیشگی وارننگ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ امریکہ کے سامنے سرکشی کی جرات نہ کرے۔ اب جبکہ یہ دو میزائل پاکستان کے ہاتھ آ گئے ہیں تو پاکستان کو اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر ان کی ٹیکنالوجی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پاکستان اگر خدا کی مہربانی اور اپنی کوششوں سے نیو کلیئر پاور بن سکتا ہے تو وہ اس میزائل ٹیکنالوجی پر دسترس بھی حاصل کر سکتا ہے لہٰذا پاکستان کو ان میزائلوں کو عطیہ خداوندی سمجھتے ہوئے اپنے سکیورٹی سسٹم کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور یہ میزائل امریکہ کو واپس کرنے کے بجائے اپنے ماہرین کے

سپرد کر دینے چاہئیں۔ ہم امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس سے قبل کئی حماقتیں کر چکے ہیں لیکن اب ہمیں یہ میزائل واپس کرنے کی حماقت نہیں کرنی چاہئے۔ آزمودہ را آزمودن جہل است کے مصداق امریکہ سے خیر کی توقع رکھنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے لہٰذا ہمیں اپنے قومی مفادات کو پیش نظر رکھ کے پالیسی وضع کرنی چاہئے۔

(ادارتی شذرہ روزنامہ نوائے وقت' ۳۰ اگست ۹۸ء)

امریکی سی آئی اے کی سالانہ رپورٹ

امریکی سی آئی اے نے اپنی سالانہ رپورٹ برائے ۱۹۹۷ء میں مہاجروں کو پانچویں قومیت کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کی تعداد کو آٹھ فیصد قرار دیا ہے جبکہ سرائیکی بولنے والوں کو دس فیصد قرار دیتے ہوئے انہیں علیحدہ لسانی گروپ یا قومیت تسلیم نہیں کیا۔

امریکی سی آئی اے کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ نے مہاجروں کو پانچویں قومیت تسلیم کرتے ہوئے پاکستان کو داخلی طور پر انتشار سے دوچار کرنے کے لیے سازشیں تیز تر کر دی ہیں۔ وطن عزیز کے قیام کے بعد ہجرت کے نتیجے میں آنے والے پاکستانیوں کی ایک بہت بڑی تعداد پنجاب سمیت ملک بھر کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئی اور وہ جہاں بھی آباد ہوئے وہاں کے ماحول میں پوری طرح سے جذب ہو کر تمام پاکستانیوں کی طرح برابر کی سطح کے پاکستانی کہلائے۔ انہوں نے ہجرت کو نہیں بلکہ اس وطن کو اپنی شناخت کا حوالہ بنایا جس کی خاطر انہیں ہجرت کرنا پڑی۔ اس لیے وہ مقامی ثقافتوں کو دل وجان سے قبول کرتے ہوئے مہاجر کی بجائے پاکستانی کہلانے پر فخر کرنے لگے تاہم قیام پاکستان کے بعد اپنی علمی برتری کے باعث ہجرت کر کے آنے والوں کا ایک مخصوص گروہ پالیسی ساز اداروں میں اس وقت تک نمایاں کردار ادا کرتا رہا جب تک کہ پاکستان کے تمام علاقوں کے لوگ پڑھ لکھ کر آگے بڑھے اور پالیسی ساز اداروں اور سرکاری ملازمتوں میں اپنے حقوق کے لیے تگ ودو کرنے لگے۔ پالیسی ساز اداروں پر اجارہ داری کے زعم میں مبتلا مخصوص گروہ اور اس کے سادت کی ہمنوائی کرنے والے دانشوروں نے جب پالیسی ساز اداروں میں اپنی اجارہ داری کو خطرہ میں محسوس کیا تو وطن عزیز کے چند مخصوص شہروں میں ہجرت کر کے آباد ہونے والے پاکستانیوں کو مہاجر اور الگ قومیت ہونے کے احساس میں مبتلا کرنا شروع کر دیا حالانکہ یہ وہی دانشور تھے جو اپنی اجارہ داری کے زمانے میں پاکستان میں قومیتوں کی اصطلاح استعمال کرنے والوں کو ملک دشمن قرار دے کر قومیتوں کے وجود کی نفی کیا کرتے تھے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہجرت کے نتیجے میں پاکستان آنے والوں کی اکثریت خود کو مہاجر

نہیں بلکہ پاکستانی سمجھتی ہے جبکہ "مخصوص مفادات" کے حامل دانشوروں کے پیدا کردہ حالات کو اب امریکہ اپنے "مخصوص مفادات" کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ امریکی سی آئی اے کی شر انگیز سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے اور کراچی سے دہشت گرد عناصر کا صفایا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔

(ادارتی شذرہ روزنامہ اوصاف' ۲۶ اگست ۹۸ء)

امریکی اعتراضات پر دفتر خارجہ کا درست رد عمل

پاکستانی دفتر خارجہ نے ایوب مسیح کی سزائے موت کے حوالے سے امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان کے بیان کو غیر ضروری اور حقائق کے منافی قرار دیتے ہوئے اسے مسترد کر دیا ہے۔ دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ امریکی بیان میں اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا کہ پاکستان میں اظہار رائے اور مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے تاہم کسی مذہب کی توہین کی اجازت نہیں ہے اور یہ بات پاکستان کے قوانین کے سراسر منافی ہے۔ ترجمان نے کہا کہ ہمارے ملکی قوانین کا بھی اس طرح احترام کیا جانا چاہیے جس طرح دوسرے ممالک اپنے قوانین کا احترام کرتے ہیں۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی قانون سازی کے ضمن میں بیرونی دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا اور بشپ جان جوزف کی خود کشی کی ذمہ داری حکومت پاکستان پر عائد نہیں ہوتی تاہم حکومت کو اس واقعے پر افسوس ہے اور اس کے حقائق کو منظر عام پر لایا جائے گا۔

پاکستانی دفتر خارجہ کا بیان حقیقی معنوں میں پاکستانی قوم کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ امریکہ کو یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ پاکستان پندرہ کروڑ غیرت مند مسلمانوں پر مشتمل ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے جس میں رائج قوانین کا خمیر یہاں کے عوام کی امنگوں اور آرزوؤں سے اٹھتا ہے۔ امریکہ کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا کسی بھی طرح سے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ پاکستان کے کروڑوں عوام اپنے مذہبی عقائد کی حرمت پر مبنی قوانین کے خلاف امریکی سازشوں اور پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دینا چاہتے ہیں۔

امریکہ کو اپنے سپرپاور ہونے کے زعم بے جا میں پاکستان کو اپنی نو آبادی سمجھنے کا رویہ فی الفور ترک کرنا ہوگا اور اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہوگا کہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور جذبات ان کے لیے زندگی اور موت کا سوال ہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر کوئی مسلمان کسی صورت بھی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ بہتر یہی ہوگا کہ امریکہ عالمی سطح پر اور خود امریکہ میں اسلام کی تیزی سے بڑھتی ہوئی مقبولیت کا احساس کرتے ہوئے ایسے اوچھے ہتھکنڈوں سے باز

رہے جو پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں میں اس کے خلاف پائے جانے والے جذبات کو مزید مشتعل کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

(اداریہ شذرہ روزنامہ اوصاف' ۱۱ مئی ۹۸ء)

نواز شریف کا دورہ امریکہ' مزید پابندیاں؟

امریکہ کے نائب وزیر خارجہ کارل انڈر فرتھ نے کہا ہے کہ امریکی کانگریس سے براؤن ترمیم کی منظوری کے بعد صدر کلنٹن پاکستان اور بھارت کے ساتھ سودے بازی کے لیے بہتر پوزیشن میں آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میاں نواز شریف جلد امریکہ کا دورہ کرنے والے ہیں لیکن پاکستان کو سی ٹی بی ٹی کی توثیق اور ایٹمی اسلحہ کی تخفیف کے بغیر کوئی امداد دینا مشکل ہے۔ براؤن ترمیم کے تحت امریکی صدر کو پاکستان اور بھارت پر عائد اقتصادی پابندیاں ختم کرنے کا مشروط اختیار مل گیا ہے۔

امریکہ پاکستان سے صرف سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرانا نہیں چاہتا بلکہ وہ ایٹمی مواد کی تیاری بند کرنے کے معاہدہ پر بھی دستخط کروانا چاہتا ہے جس کے بعد پاکستان اپنے دفاع کے لیے ایٹمی وسائل میں اضافہ کے قابل نہیں رہے گا۔ امریکی نائب وزیر خارجہ کا یہ بیان معنی خیز ہے کہ نواز شریف کو "تحائف" دینے کے لیے امریکہ نہیں بلایا جا رہا اور پاکستان کو چاہیے کہ وہ آئی ایم ایف سے بھی تعلقات بحال کرے۔

امریکی نائب وزیر خارجہ کے بیان کے بعد پاکستان پر اقتصادی پابندیاں ختم ہونے اور پانچ ارب ڈالر کا امدادی پیکج ملنے کا معاملہ مزید مشکوک ہو گیا ہے۔ امریکہ پاکستان سے آئی ایم ایف کی شرائط کے علاوہ ایٹمی شعبہ میں اپنی یک طرفہ شرائط بھی منوانا چاہتا ہے۔ بعض اطلاعات کے مطابق پاکستان نے آئی ایم ایف کی متعدد شرائط تسلیم کر لی ہیں لیکن اس ضمن میں کوئی سرکاری بیان سامنے نہیں آیا۔ وزیر اعظم دو روز قبل ہی کراچی میں کہہ چکے ہیں کہ قومی اور عوامی مفاد کے منافی کوئی شرط قبول نہیں کی جائے گی۔ تاہم اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان آئی ایم ایف سے مذاکرات اور پھر وزیر اعظم کے دورہ امریکہ میں کتنی آزاد روی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

(اداریہ شذرہ روزنامہ خبریں' ۱۸ اکتوبر ۹۸ء)

امریکی امداد: حقیقت پسندی سے کام لیا جائے

امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے کہا ہے کہ پاکستان کی طرف سے سی ٹی بی ٹی پر دستخط

کرنے پر رضامندی قابل خیر مقدم ہے لیکن پاکستان پر ایٹمی دھماکوں کے بعد عائد کی جانے والی اقتصادی پابندیاں ختم کرنے کا فیصلہ قبل از وقت ہوگا۔ امریکی حکومت کی طرف سے جمعہ کو ایک سرکاری بیان جاری کیا گیا جس میں امریکی صدر نے کہا کہ پابندیاں نرم کرنے کے لیے اقدامات میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط محض ایک اقدام ہے اور دونوں ملکوں کو تجویجی کارروائیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے لمبا سفر طے کرنا ہوگا۔ انڈیا ریڈیو کے مطابق امریکہ کی قومی سلامتی کونسل کے ترجمان ڈیوڈ میوی نے کہا ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے علاوہ بھی پاکستان اور بھارت کو کئی اقدامات کرنا ہوں گے۔ تہران ریڈیو کے مطابق امریکہ کی وزیر خارجہ البرائٹ نے بھی کہا ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے لیے صرف آمادگی کا اظہار پابندیاں ختم کرنے کے لیے کافی نہیں۔

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی صدر امریکہ سے ملاقات اور پھر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کے دوران سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے لیے آمادگی کے اظہر کے بعد یہ امریکہ کا پہلا سرکاری رد عمل ہے جو امریکی حکومت کے بیان' قومی سلامتی کونسل کے ترجمان اور امریکی وزیر خارجہ کے بیان کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اس رد عمل سے صاف ظاہر ہے کہ امریکہ اقتصادی پابندیاں فوری طور پر اٹھانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا جیسا کہ پاکستان کے بعض سرکاری حلقے اور حکومتی زعما تاثر دے رہے ہیں۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے جمعرات کے روز نیو یارک میں ایک اخباری انٹرویو میں کہا تھا کہ تنازع کشمیر کے حل اور اقتصادی پابندیاں ختم ہوئے بغیر پاکستان ایٹمی تجربات پر پابندی کے جامع سمجھوتے پر دستخط نہیں کرے گا۔ وزیر اعظم نے بجا طور پر خبردار کیا تھا کہ پابندیاں اٹھائے جانے کے بارے میں قوم کو زیادہ توقعات نہیں رکھنی چاہئیں کیونکہ ایسی توقعات جب پوری نہ ہوں تو شدید مایوسی ہوتی ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وزیر اعظم کو صدر امریکہ سے بات چیت کے دوران یہ احساس ہو گیا تھا کہ امریکہ محض دستخطوں کے اعلان سے پابندیاں ختم کرنے پر رضامند نہیں ہوگا چنانچہ انہوں نے خبردار کیا کہ ہمیں پابندیاں ختم ہونے کے بارے میں زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہئیں۔ پاکستان اقتصادی امداد (قرضوں کے حصول) کے لیے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے بھی مذاکرات کر رہا ہے اور گزشتہ ہفتہ کے دوران آئی ایم ایف کے وفد سے اسلام آباد میں مذاکرات ہوئے ہیں۔ آئی ایم ایف نے نجی بجلی کمپنیوں کے نرخوں میں کمی' ملک میں بجلی کے نرخ بڑھانے کے حوالے سے اور ادائیگیوں کے توازن کے سلسلے میں جو شرائط پیش کی

ہیں' پاکستان نے انہیں مسترد کر دیا ہے۔ پاکستان کا موقف یہ ہے کہ یہ شرائط انتہائی سخت ہیں اور ان کے نتیجے میں پاکستان کے عوام پر ناقابل برداشت بوجھ پڑے گا۔ چنانچہ پاکستان کے عالم مالیاتی حلقوں کا تاثر یہ ہے کہ پاکستان کو امداد ملنا محال ہے۔ پاکستان اور آئی ایم ایف کے مذاکرات ۲۔ اکتوبر سے واشنگٹن میں ہوں گے۔

وزیر اعظم کے اقتصادی مشیر ڈاکٹر حفیظ پاشا کا کہنا ہے کہ آئی ایم ایف سے پانچ ارب ڈالر کا قرضہ مل جائے گا اور اس کی اصولی طور پر منظوری دی جا چکی ہے' لیکن سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے حوالے سے امریکہ کا جو نیا رویہ سامنے آیا ہے اور امریکی وزیر خارجہ سمیت حکومتی ترجمانوں بلکہ صدر امریکہ کے سرکاری بیان میں جو کچھ کہا گیا ہے' اس کا اثر یقیناً آئی ایم ایف کی پالیسی پر بھی ہوگا اور اس امر کا امکان ہے کہ ۲۔ اکتوبر سے ہونے والے مذاکرات میں آئی ایم ایف کے حکام گریز کی راہ اختیار کریں۔ ڈاکٹر حفیظ پاشا نے جمعہ کے روز اخباری نمائندوں کو جو کچھ بتایا' اس سے توقعات بڑھی ہیں لیکن ہماری رائے میں عالمی مالیاتی اداروں سے بھی کچھ زیادہ توقعات وابستہ کرنا سودمند نہ ہوگا۔ حکومت پاکستان اور پاکستانی زعماء کو امریکی پابندیوں کے خاتمہ اور امداد (یا قرضوں) کے حصول کے سلسلے میں بھی حقیقت پسندی سے کام لینا چاہیے۔

(اداریہ روزنامہ خبریں' ۲۷ ستمبر ۹۸ء)

کسووو کا بحران اور اقوام متحدہ کا کردار

صدر کلنٹن نے کہا ہے کہ کسووو میں قتل وغارت گری کو روکنے کے لیے نیٹو فورسز سربیا پر حملے کے لیے تیار ہیں۔ اگر یوگو سلاویہ کے صدر نے اقوام متحدہ کی قرارداد پر عمل کرتے ہوئے سرب فوجوں کو کسووو سے نہ نکالا اور صوبے میں قتل وغارت گری بند نہ کی تو کسی صورت رعایت نہیں کی جائے گی۔

کسووو میں گزشتہ کئی ماہ سے البانوی نژاد مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے لیکن اقوام متحدہ' امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک سربیا کو ان مظالم سے روکنے میں ناکام رہے ہیں اس لیے کہ انہوں نے بوسنیا کی طرح یہاں بھی سرب فوجوں کو مظالم سے روکنے کے لیے کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا۔ صدر کلنٹن نے صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ کسووو کو بوسنیا نہیں بننے دیا جائے گا لیکن عملاً صورتحال یہ ہے کہ سرب فوجوں نے یہاں بھی بوسنیا کی طرح شرمناک مظالم کا بازار گرم کر رکھا ہے اور اب تک ہزاروں بے گناہ مسلمان قتل کر دیے گئے اور ہزاروں کی تعداد میں بے گھر ہو کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پڑے ہیں۔ اگر کسی غیر مسلم

اقلیت کے خلاف اس قسم کی جارحیت ہوتی تو یورپ اور امریکہ کب کے میدان میں کود پڑے ہوتے۔ روس سربیا کے خلاف نیٹو کے استعمال کی مخالفت کر کے اپنی مسلم دشمنی کا ثبوت دے رہا ہے۔ اقوام متحدہ ابھی تک محض دھمکیوں سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ کسووو کے مسلمانوں پر ہر دن قیامت کی طرح گزر رہا ہے۔ کسووو کے مسلمانوں کو بھی بوسنیا کے مسلمانوں کی طرح ان کے مسلمان ہونے کی سزا دی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام سربیا کے مظالم کے خلاف آواز اٹھائے اور کسووو کے مسلمانوں کی مدد کے لیے آگے بڑھے۔ اس معاملے میں محض امریکہ اور اقوام متحدہ کے وعدوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(ادارتی شذرہ روزنامہ جنگ' ۹۔ اکتوبر ۹۸ء)

فلسطین اور امریکہ

ایک بار پھر امریکی بیت الابیض میں امریکی صدر مسٹر بل کلنٹن کے زیر سایہ فلسطینی نائب صدر جناب یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو کی ملاقات کرائی گئی ہے اور بل کلنٹن نے اعلان کیا ہے کہ "مذاکرات میں نمایاں پیش رفت ہوئی ہے مگر مشرق وسطیٰ میں قیام امن کے لیے اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے"

تقریباً پانچ سال پہلے جب تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیلی حکومت میں معاہدہ اوسلو ہوا تھا' اس وقت بھی بعینہ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا گیا تھا اور پھر تو بار بار یہی کہا گیا کہ نمایاں پیش رفت ہو رہی ہے مگر یہ کیسی پیش رفت ہے کہ نمایاں ہونے کے باوجود کسی کو نظر نہیں آ رہی۔ جو چیز نمایاں ہے' وہ یہ ہے کہ مسٹر نتن یاہو کی سرپرستی میں اسرائیلی حکومت نے زیادہ تیزی سے عربوں کو ان کی زمینوں اور گھروں سے بے دخل کرنا شروع کر دیا ہے اور یہودی بستیوں کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ آئے دن ایسی تصاویر ذرائع ابلاغ میں نمایاں ہوتی ہیں جن میں عربوں کو ان کے گھروں سے نکالا جا رہا ہوتا ہے' ان کے باغات' کھیت اور کھلیان اجاڑے جا رہے ہوتے ہیں اور احتجاج پر ان پر تشدد کیا جا رہا ہوتا ہے۔ جس دن وائٹ ہاؤس میں مذکورہ پیش رفت ہو رہی تھی' اسی دن ام اللحم میں اسرائیلی پولیس کے ہاتھوں عرب زخمی ہو رہے تھے۔ ایک دن پہلے بھی سو افراد کو زخمی کیا گیا تھا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ اپنی زمینیں غصب کیے جانے پر احتجاج کی جرات کر رہے تھے۔ یہ وہ علاقہ ہے جس پر اسرائیل نے قبضہ کر رکھا ہے۔ مظلوم عرب کب تک صبر وضبط سے کام لیں گے اور اس وقت کا انتظار کریں گے جب بہت کچھ ہو چکا ہو۔ اب وہ یہ سن سن کر تنگ آ چکے

ہیں کہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ فلسطین میں پی ایل او کے اقتدار کے باوجود انہیں کچھ نہیں ملا حتیٰ کہ پی ایل او کو کامل اختیار واقتدار بھی نہیں ملا۔ جتنے بھی معاہدے ہوئے تھے' ان میں سے کسی پر اسرائیلی حکومت نے عمل نہیں کیا۔ فلسطینیوں کو صرف وعدے اور تسلیاں ہی تو ملی ہیں۔

گزشتہ دنوں مسٹر عرفات نے کہا تھا کہ اگر نتن یاہو معاہدوں پر عملدر آمد کا یقین دلائیں تو ان سے امریکہ میں ملاقات کی جائے گی ورنہ نہیں لیکن نتن یاہو نے ابھی تک تو ایسی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی بلکہ یہودی بستیوں کی توسیع کا حکم دیا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نتن یاہو سے ملاقات جنرل اسمبلی میں عرفات کے خطاب سے پہلے ہوئی ہے جس میں وہ فلسطینی ریاست کے قیام کے مسئلہ اٹھانے والے تھے۔ اب شاید وہ یہ مسئلہ نہ اٹھائیں۔ یہ کس کی کامیابی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس طرح کلنٹن اور نتن یاہو دونوں نے مسٹر عرفات کو یہ مسئلہ جنرل اسمبلی میں اٹھانے سے روک دیا ہے۔ امریکہ اگر مشرق وسطیٰ میں قیام امن اور کسی پیش رفت میں واقعی مخلص ہے تو سیدھی بات یہ ہے کہ نتن یاہو سے معاہدوں پر عمل کروائے ورنہ پھر کوئی مونیکا لیونسکی درمیان میں آجائے گی۔

(ادارتی شذرہ اردو نیوز جدہ' ۳۰ ستمبر ۹۸ء)

زندہ انسان باہوش انسان ہے اور مردہ انسان بے ہوش اور بے عقل انسان۔ زندہ انسان اگر کسی وقت بولے گا تو حسب موقع چپ بھی ہو جائے گا۔ وہ اگر چلے گا تو کبھی رک بھی جائے گا۔ وہ اگر آگے بڑھے گا تو حالات کو دیکھ کر پیچھے بھی ہٹ جائے گا' وہ اگر تیز دوڑے گا تو کبھی اپنی رفتار سست بھی کر لے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اپنی کامیابی تک پہنچ جائے گا۔ ----- اس کے برعکس مردہ انسان وہ ہے جو اس قسم کی سمجھ سے خالی ہو۔ جو بولنے کے بعد چپ نہ ہو سکے۔ جو چلنے کے بعد رکنا نہ جانے۔ جو صرف اپنی شرطوں کو منوانا جانتا ہو' فریق مخالف کی شرطوں پر راضی ہونا اس کے یہاں خارج از بحث ہو۔ ایسا انسان مردہ انسان ہے۔ خدا کی دنیا میں اس کے لیے صرف یہ مقدر ہے کہ وہ تباہی اور بربادی کا نشان بن کر رہ جائے۔

(مولانا وحید الدین خان)

بہادر مسلمانوں کا ہیرو جس نے چند بندوقوں اور چند رضا کاروں کے ساتھ اور افغانستان کے کسی پہاڑ کی غار میں چھپ کر رہنے کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی طاقت پر لرزہ طاری کر رکھا ہے' ان دنوں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دار الحکومت کے تھانوں میں لٹکا ہوا ہے۔ یہ اسامہ بن لادن ہے۔ امریکہ کی نظروں میں دہشت گرد اور عالمی مجرم۔ اس کی گرفتاری بہت ضروری ہے اور اسی لیے اسلام آباد کے تھانوں میں اس کی تصویر بستہ الف کے بد معاشوں' سمگلروں اور غنڈوں کے پہلو میں لگائی گئی ہے۔ مسلمانوں کی پہلی ایٹمی طاقت پر کس قدر جلدی یہ وقت آگیا ہے۔ مجاہد اور غازی غنڈوں کی صف میں شامل کر دیے گئے ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کے عظیم دشمن امریکہ کو سخت ناپسند ہیں' اس قدر کہ اس نے اس دبلے پتلے شخص کو قتل کرنے کے لیے اپنے اعلیٰ ترین ہتھیاروں کو استعمال کیا لیکن وہ بچ گیا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ اس کی زندگی امریکہ کے نہیں' کسی اور کے اختیار میں تھی۔ لیکن جن کی زندگیاں امریکہ کے اختیار میں ہیں' انہوں نے اسے تھانوں میں لٹکا دیا ہے۔ عین ممکن ہے امریکہ کو یہ پیش کش بھی کی گئی ہو کہ ہم بہت جلد مسمی اسامہ بن لادن کو پکڑلیں گے اور ہمارا کوئی تجربہ کار تھانیدار اس سے تمام جرموں کا اعتراف بھی کرا لے گا جس کے بعد اسے ان اعترافات کے تحفے کے ساتھ امریکہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جس ملک کے اعلیٰ ترین منتخب اداروں کے سربراہ آج بھی برطانیہ کی ملکہ کو اپنی ملکہ سمجھتے ہوں' اسے وفادار رعایا ہونے کا یقین دلاتے ہوں اور اس کی واپسی کی دعائیں مانگتے ہوں' وہ اسامہ بن لادن کو غنڈہ' بدمعاش اور ایک عادی مجرم نہیں سمجھیں گے تو اور کیا سمجھیں گے؟

اسامہ بن لادن گوشت پوست کا ایک آدمی نہیں ہے جو سعودی عرب کا باشندہ ہے اور ان دنوں افغانستان میں مقیم ہے۔ وہ شخص غیر اسلام یا اسلام دشمنوں کے خلاف جہاد کی علامت اور بغاوت کا علم ہے۔ وہ اس عہد میں جب دنیا بھر کے مسلمان مغرب کے معاشی سامراج تل سسک رہے ہیں اور جن کی ہمتیں اور حوصلے ٹوٹ چکے ہیں' اسلامی تاریخ کے ندہ ورقوں سے نکل کر آنے والا کوئی صلاح الدین ایوبی ہے مگر ایک بد قسمت صلاح الدین جس کی قوم اسے تھانوں میں لٹکاتی پھرتی ہے۔

(روزنامہ جنگ' ۱۵ اکتوبر ۹۸ء)

کچھ "الشریعہ" کے بارے میں

محترم قارئین!

زیر نظر شمارے کے ساتھ "الشریعہ" کی نویں جلد مکمل ہو جائے گی اور جنوری ۹۹ء سے دسویں جلد کا آغاز ہوگا' ان شاء اللہ

بہت سے دوستوں کا تقاضا ہے کہ اشاعت کا دورانیہ کم سے کم کر کے "الشریعہ" کو ہفت روزہ جریدہ کی شکل دی جائے اور کسی ایک عنوان کے لیے مخصوص کرنے کے بجائے اس کی ہر اشاعت میں قارئین کو تازہ ترین عالمی صورت حال' عالم اسلام کے معروضی مسائل اور پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کے بارے میں معلوماتی فکری و علمی مواد مہیا کیا جائے۔ خود ہم بھی ملک میں ایک ایسے جریدے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں جو مذکورہ بالا امور کے حوالے سے علماء حق اور اہل حق کی ترجمان کی ذمہ داری نباہ سکے مگر وسائل کی تنگ دامنی مسلسل رکاوٹ ہے اور ہم خود کو اس پوزیشن میں نہیں پا رہے کہ قارئین کی خواہشات اور مارکیٹ کے تقاضوں کے مطابق کوئی معیاری ہفت روزہ سامنے لا سکیں۔ البتہ "بنیادی ضروریات" کے دائرے میں رہتے ہوئے "الشریعہ" کو پندرہ روزہ میگزین کی شکل دینے کی تجویز زیر غور ہے جو مجوزہ پروگرام کے مطابق 23x36/8 سائز کے بیس صفحات پر مشتمل ہوگا اور اس کے ذریعہ مذکورہ بالا مسائل کے دائرہ میں قارئین کے ساتھ فکری و علمی رابطے کو مسلسل قائم رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ پروگرام ابھی تجویز کے درجے میں ہے اور قارئین سے اس کے بارے میں رائے طلب کی جا رہی ہے۔ اگر دوستوں نے اسے پسند کیا اور تعاون کے باب میں حوصلہ افزائی کی امید دلائی تو دسویں جلد کا آغاز اس پروگرام کے مطابق کیا جا سکتا ہے۔

تعاون کے حوالہ سے ہم اپنے قارئین اور احباب سے مندرجہ ذیل امور کی توقع رکھتے ہیں:

--- ○ خود سالانہ خریدار بنیں اور دیگر دوستوں کو بھی توجہ دلا کر خریدار بنائیں۔

--- ○ دینی ادارے اور مراکز نیز تجارتی ادارے اشتہارات کی صورت میں تعاون کریں۔

--- ○ اصحاب خیر اپنے حلقے کے ایسے افراد' طلبہ' دینی مراکز اور لائبریریوں کی طرف سے سالانہ زر خریدار ادا کریں جو خود سالانہ چندہ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

اس پروگرام کی صورت میں

--- ○ ایک پرچہ کی قیمت پانچ روپے اور سالانہ زر خریداری ایک سو روپے ہوگا۔

--- ○ اشتہارات کا نرخ آخری صفحہ کے لیے دو ہزار روپے اور اندرونی صفحات کے لیے پندرہ سو روپے ہوگا

--- ○ پانچ سالانہ خریدار یکمشت مہیا کرنے والے دوست کو ایک سال کے لیے بلا معاوضہ پرچہ بھجوایا جائے گا۔

--- ○ دس سے زائد پرچے منگوانے کی صورت میں بیس فی صد کمیشن پر ایجنسی دی جائے گی جس کے لیے بیس روپے فی پرچہ پیشگی زر ضمانت جمع کرانا ضروری ہوگا۔

ازراہ کرم اس سلسلہ میں اپنی رائے اور تجاویز ۳۰ نومبر ۹۸ء سے قبل ارسال کر دیں تاکہ قارئین کی آراء اور تجاویز کی روشنی میں اگلے پروگرام کا تعین کیا جا سکے۔

(ادارہ)

REGD. L. NO. 8736

Third-Monthly
AL-SHARIA
Gujranwala, Pakistan.

E-Mail afayaz@paknet1.ptc.pk

بیاد امین الامت حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو عبیدہؓ اسلامک ایجوکیشنل سوسائٹی (ٹرسٹ) گوجرانوالہ

مقاصد

--- ○ اسلامی عقائد و احکام کی ترویج و اشاعت

--- ○ نئی نسل کی دینی و اخلاقی تربیت

--- ○ معاشرہ کے نادار اور مستحق افراد کی معاونت

پروگرام

--- ○ دینی و اخلاقی موضوعات پر لٹریچر کی اشاعت

--- ○ مستحق اور باصلاحیت نوجوانوں کے لیے تعلیمی وظائف

--- ○ دینی تعلیم کے لیے مکاتب کا قیام

طریق کار

--- ○ مذکورہ بالا پروگرام سے اتفاق رکھنے والا ہر مسلمان ممبر بن سکتا ہے

--- ○ سالانہ ممبرشپ اندرون پاکستان تین سو روپے اور بیرون ملک چھ سو روپے ہوگی

--- ○ ممبر حضرات کو لٹریچر بلا معاوضہ فراہم کیا جائے گا

--- ○ غیر رکن حضرات ڈاک ٹکٹ بھیج کر نمونہ کے لیے لٹریچر طلب کر سکتے ہیں جبکہ خریدنے کی صورت میں واجبی قیمت وصول کی جائے گی۔

--- ○ ٹرسٹ کے لیے عمومی چندہ وصول نہیں کیا جائے گا البتہ کوئی صاحب اپنے طور پر کار خیر میں شریک ہونا چاہیں تو ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

رابطہ کے لیے: دفتر ابو عبیدہؓ اسلامک سوسائٹی

اروپ روڈ۔ کچی فتو منڈ گوجرانوالہ۔ فون ۲۹۰۵۹۷۔ پوسٹ بکس ۲۵۰